قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر ابوسعید

Online Edition

بدھ 20 مئی 2020ء | 26 رمضان 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ: 121

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَبَّنَاۤ اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوۡمٍ لَّا رَیۡبَ فِیۡہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ﴿۱۰﴾

(ال عمران:10)

ترجمہ:اے ہمارے ربّ! تُو یقیناً لوگوں کو جمع کرنے والا ہے اس دن کے لئے جس میں کوئی شک نہیں۔ یقیناً اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

فرمانِ رسول ﷺ

موسم کی سختی میں روزہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گرمی کے ایک دِن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم آپ کے سفروں میں سے ایک سفر میں نکلے۔ حالت یہ تھی کہ سخت گرمی کی وجہ سے آدمی اپنے سر پر اپنا ہاتھ رکھتا اور ہم میں کوئی بھی روزہ دار نہ تھا، سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عبد اللہ بن رواحہؓ کے۔

(بخاری، کتاب الصوم، بَابُ إِذَا صَامَ أَيَّامًا مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ، روایت نمبر 1945)

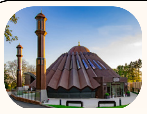

فرمان خلیفہ وقت

توبہ کی پہلی شرط

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

’’آپ (حضرت مسیح موعودؑ) فرماتے ہیں کہ ’’توبہ دراصل حصولِ اخلاق کے لئے بڑی محرّک اور موئیّد چیز ہے۔‘‘ (اعلیٰ اخلاق حاصل کرنے ہیں تو وہ بھی توبہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ توبہ صرف یہ نہیں کہ گناہوں سے معافی مانگ لی بلکہ اگر اعلیٰ اخلاق پہ چلنا ہے ان کو حاصل کرنا ہے تو اس کیلئے بھی توبہ بڑی ضروری ہے) اور فرمایا کہ ’’اور انسان کو کامل بنادیتی ہے۔ یعنی جو شخص اپنے اخلاقِ سیئہ کی تبدیلی چاہتا ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ سچے دل اور پکے ارادے کے ساتھ توبہ کرے۔ یہ بات بھی یادرکھنی چاہئے کہ توبہ کے تین شرائط ہیں۔ بِدُوں ان کی تکمیل کے سچی توبہ جسے توبۃ النصوح کہتے ہیں حاصل نہیں ہوتی۔ان ہرسہ شرائط میں سے پہلی شرط جسے عربی زبان میں اِقْلاع کہتے ہیں۔ یعنی اُن خیالات فاسدہ کو دور کردیا جاوے جو اِن خصائل ردّیہ کے مُحرک ہیں‘‘ (جو رد کرنے کے لائق چیزیں ہیں، عادتیں ہیں، بیہودہ خیالات ہیں، بداخلاقیاں ہیں ان کو دُور کرنے کے لئے پہلی ضروری شرط یہ ہے کہ انہیں کس طرح دُور کرنا ہے) فرمایا ’’اصل بات یہ ہے کہ تصورات کا بڑ ابھاری اثرپڑتا ہے‘‘ (اس کی تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ انسان جب کسی چیز کا تصور کرتا ہے تو اس کا انسان کی طبیعت پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے) کیونکہ حیطۂ عمل میں آنے سے پیشتر ہرایک فعل ایک تصوّری صورت رکھتا ہے‘‘ (کسی بھی کام کو کرنے کے لئے یا کوئی بھی چیز یا خیال جب عمل میں آتا ہے تو اس سے پہلے وہ ایک خیال ہوتا ہے، ایک تصور ہوتا ہے) ’’پس توبہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ان خیالاتِ فاسدہ و تصوراتِ بد کو چھوڑدے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 9جون 2017ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

روزہ کی حقیقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

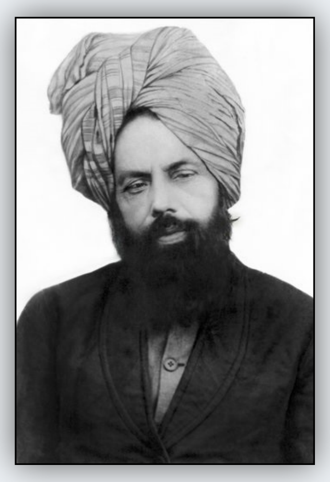

- ’’تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اورجس عالم سے واقف نہیں اُس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اُسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشااس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدّنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور اِنقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے اورجو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نِرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم ص 102)

- ’’خدا تعالیٰ نے دین اسلام میں پانچ مجاہدات مقرر فرمائے ہیں ۔

(1)نماز (2) روزہ (3)زکوٰۃ(4) صدقات (5) حج ’اسلامی دُشمن کا ذَبّ اور دَفع خواہ سیفی ہوخواہ قلمی ۔یہ پانچ مجاہدے قرآن شریف سے ثابت ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں کوشش کریں اور ان کی پابندی کریں ۔ یہ روزے تو سال میں ایک ماہ کے ہیں بعض اہل اللہ تو نوافل کے طور پر اکثر روزے رکھتے رہتے ہیں اور ان میں مجاہدہ کرتے ہیں ۔ ہاں دائمی روزے رکھنا منع ہیں ۔یعنی ایسا نہیں چاہئے کہ آدمی ہمیشہ روزے ہی رکھتا رہے بلکہ ایسا کرنا چاہئے کہ نفلی روزہ کبھی رکھے اور کبھی چھوڑ دے ۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم ص 322)

اس شمارہ میں

- (اداریہ)خوشی کے موقع پر تحائف دینے کے آداب
- احادیث نبویؐ کی رُو سے قبولیت دعاکے طریق
- اسلامی روزہ کے امتیازات
- تربیتِ اولاد اور ہماری ذمہ داریاں
- ڈاکٹر(ہومیو)حمید احمد شہید

اداریہ

خوشی کے موقع پر تحائف دینے کے آداب

گزشتہ کچھ سالوں سے یہ بات دیکھنے میں آرہی ہے کہ عید جیسے اسلامی تہوار پر بھی عزیز واقارب اور دوست احباب ایک دوسرے کے گھروں میں جا کر عید مبارک دینے اورتحفے تحائف کا تبادلہ کرنے کے بجائے سوشل میڈیا کے ذریعہ عید مبارک اور ان میں سے بعض گفٹ پیک بنا کر یا مٹھائی سوشل میڈیا کے ذریعے بھجوا کر سمجھتے ہیں کہ ہم دوسروں کی خوشیوں میں شامل ہو گئے ہیں ۔

جبکہ دین مصطفیٰ ﷺ ہمیں میل ملاقات کرنے اور تحفے تحائف کے تبادلہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ایک موقع پر ہمارے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ لوگ عبادت کے لئے جب جمع ہوتے ہیں تو روزانہ محلے کے لوگ ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوتے ہیں۔ سات (7) دنوں کے بعد جمعہ کے روز شہر کے لوگ ایک جگہ جمع ہو کر ایک دوسرے سے واقفیت حاصل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا حال احوال دریافت کرتے ہیں۔ پھر سال میں عید کے موقع پر نہ صرف شہر بلکہ اردگرد کے علاقہ کے مسلمان ایک کھلی جگہ پر اکٹھے ہو کر نماز عید ادا کرتے ہیں اور آپس میں میل ملاپ کر کے محبت کے دیپ جلاتے ہیں اور پھر دنیا بھر کے مسلمان حج پر اکٹھے ہو کر تعلقات کو مضبوط کرتے ہیں۔

ہمارا معاشرہ اور ہمارا ایشیائی کلچر بھی دینی تعلیمات کی تائید میں ایک دوسرے کے گھروں میں آنے جانے، تعلقات بڑھانے اور میل ملاپ سے پیار و محبت میں اضافہ کی عملی تاکید کرتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل عید سے قبل عزیزوں میں عید کارڈ بنوانے کے لئے ایک دوڑ لگی رہتی تھی ۔ خوبصورت سے خو بصورت کارڈز خرید کر یا بنا کر اپنے عزیزوں کو بھجواکر محبت کا اظہار کیا جاتا تھا اور عید کے تینوں روز عزیز و اقارب کے گھروں میں تحفوں کے ساتھ جانے کا سلسلہ نظر آتا تھا۔ لیکن جوں جوں دنیا میں مصروفیت بڑھی ہر طرف نفسا نفسی کا عالم دکھائی دینے لگا۔ بعض جگہوں پر خونی رشتوں میں دوری اور بیزاری بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ بعض ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئے۔ اسلامی اور معاشرتی اقدار مجروح بھی ہو رہی ہیں جس میں کئی اور عوامل بھی کار فرما ہوں گے وہاں اس کلچر کو تباہ کرنے میں الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا نے بہت تیزی سے اپنا کردار ادا کیا ہے۔ عید سے ایک روز قبل ’’چاند رات مبارک‘‘ کے پیغام ملنے شروع ہو جاتے ہیں اور پھر’’عید مبارک ‘‘ کا نہ ختم ہونے والا ایک لامتناہی سلسلہ واٹس ایپ پر شروع ہوتا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ ایک ہی شہر یا قصبہ میں رہنے والے لوگ سوشل میڈیا کے ذریعہ بڑے بڑے خوبصورت گفٹ پیک بنا کر، نیٹ سے نت نئے ڈیزائن کی مٹھائیوں کی فوٹوز نکال کر سوشل میڈیا کے ذریعہ بھجواکر سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنے عزیز سے بہت محبت کا اظہار کر دیا ہے۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ حالات کی وجہ سے رشتہ داریاں اور تعلقات پہلے ہی بہت زخمی ہو چکے ہیں۔بعض مقامات پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار بھی ہیں۔اسلامی اور معاشرتی اقدار کو ہم بھولے جارہے ہیں۔ اگر عید پر بھی کسی عزیز کے گھر جا کر سلام و دعا اورتحفے تحائف کا تبادلہ نہ کیا تو یہ زخمی رشتے داریاں دم توڑ دیں گی۔سوشل میڈیا کے ذریعہ ڈبے یا مٹھائیاں بھجوانے کا طریق بناوٹی،اوپرا اوپرا اور رسمی سا لگتا ہے۔ اگر ہم سوشل میڈیا کو اس طرح سے استعمال کر رہے ہیں تو پھر آج کی تیز ترین دنیا میں اور بھی بہت سے ذرائع آچکے ہیں جن کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جیسے کوریئر سروس کے ذریعہ اصل مٹھائی یا پھول وغیرہ بھجوائے جا سکتے ہیں۔اگر کچھ عرصہ قبل عید کارڈز بھجوائے جا سکتے تھے تو آج کوریئر سروسز کے ذریعہ تحفوں کا تبادلہ کیوں نہیں ہو سکتا۔

پھر سوشل میڈیا کے ذریعہ ڈبے یا مٹھائیاں جہاں دکھاوا ہیں وہاں جھوٹ اور دھوکے کے زمرے میں بھی آتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بڑی جماعت جہاں میں بطور مربی متعین تھا۔ ایک سیکرٹری صاحب کے بچوں میں انعامات تقسیم کرنے کے لئے بڑے بڑے ڈبے تیار کئے جن کے اندر چھوٹے چھوٹے کھلونے رکھ کر اردگرد کاغذ کی کترن رکھ دیں۔

جب انعامات کی تقسیم کا وقت آیا تو مہمان خصوصی نے ان ڈبوں کو یہ سمجھتے ہوئے زور سے ہاتھ ڈالا کہ یہ بہت بھاری بھر کم ہوں گے۔ مگر وہ بہت ہلکے تھے۔ ان کو بتایا گیا کہ صرف بچوں کو خوش کرنے کے لئے بڑے بڑے ڈبے بنائے گئے ہیں اندر تو کھلونے ہیں۔ جس کا مرکزی نمائندہ نے بہت برا منایا اور اپنے اختتامی خطاب میں اس امر کا اظہار کیا کہ یوں ہم اپنے بچوں کو جھوٹ اور دھوکہ سکھلا رہے ہیں ۔ جو مناسب نہیں۔ انعام کو اصل حقیقت میں پیش کرنا چاہیے۔

عید پر تحفے تحائف دینے اور میل ملاقات کرنے کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آج کے دن اُمراء اپنے غریب بھائیوں کے گھروں میں جائیں ۔۔۔ ان کے حالات دیکھیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض لوگ ایسی لذتیں پائیں گے کہ ساری زندگی کی لذتیں ان کو اس لذت کے مقابل پر ہیچ نظر آئیں گی اور حقیر دکھائی دیں گی۔۔۔ یہ ہے عید جومحمد ﷺ کی عید ہے۔ یہ وہ عید ہے جو در حقیقت ہرسچے مذہب کی عید ہے۔ پس جس کو یہ عید نصیب ہوجائے اس کو اور کیاعید چاہئے۔ ان کی عیدیں ہی عیدیں ہیں۔ اوریہی وہ عید ہے جو اسلام کی عید ہے‘‘

ایک اور موقع پر آپ فرماتے ہیں۔

’’ عیدوں کے موقع پر اپنے غریب ہمسایوں اور ضرورت مندوں کے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کریں۔ ان کے کچھ غم ان کے گھروں میں جا کر دیکھیں اور ان کے غم بانٹیں، اپنی خوشیاں ان کے پاس لے کے جائیں اور اپنی خوشیاں ان کے ساتھ بانٹیں یا اپنے گھروں میں ان کو بلائیں غرضیکہ غریبوں کے ساتھ عید کرنے سے بہتر دنیا میں اور کوئی عید نہیں ہے۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

عید کے دن ہراحمدی اپنے ماحول کا جائزہ لے اور ضرورت مندوں کا خیال کرے کم استطاعت والوں کو اٹھانے کی کوشش کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ اگلے سال عید پر دوسروں کی مدد کر رہا ہو۔ اس طرح پر معاشی استحکام سے اخلاقی معیار بھی بلند ہوں گے اور پاکیزہ معاشرہ کا قیام عمل میں آئے گا۔

تحفہ دراصل عربی لفظ ہے جو اردو زبان میں بھی مستعمل ہے اس کا مترادف لفظ نذرانہ استعمال ہوتا ہے۔عربی میں اسے ہدیہ اور تحیۃ بھی کہتے ہیں اورانگلش میں Gift کا لفظ بولا جاتا ہے۔ تمام زبانوں کی ڈکشنریز میں تحفہ کا لفظ کسی ایسی چیز کے لئے بولا جاتا ہے۔ جو نادر ہو، سوغات ہو، جو آنکھوں کو بھی بھلی محسوس ہو اور دل بھی اس کو دیکھ کر خوش ہو اور دل کو موہ لے۔

تحفہ کی اہمیت و افادیت اور اس کے آداب پر مختلف زبانوں میں سینکڑوں کتب مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ جن میں یہاں تک لکھا ہے کہ کون کون سے مواقع پر کون کون سا تحفہ مفید ہو سکتا ہے۔ بالخصوص آج کے دور میں مرد حضرات کس قسم کاتحفہ پسند کرتے ہیں اور خواتین کون سا۔ حتیٰ کہ بچوں کے مزاج کے مطابق تحفوں پر بحث کی گئی ہے اور جس کو تحفہ دینا مقصود ہو اس کے مشاغل، دلچسپیاں، روزگار ، عمر ، تعلیم ، مصروفیات اور طرز زندگی کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ دفتر یا گھریلو تعلقات میں علیحدہ علیحدہ گفٹ کلچر ہے۔ اگر دفتر میں کسی دوست یا ملازم کوتحفہ دینا ہے تو اس کے لئے گفٹ کا چناؤ کیسے ہے اور گھر کے لئے کیسے۔ اورہمارے ہاں تحفے کے لئے گھر میں ہی موجود کسی چیز کا انتخاب کر دیا جاتا ہے۔ چلیں یہ تو ہر انسان کی مالی حیثیت کے مطابق ہے۔ گھر میں ہی کوئی اچھی چیز موجود ہے تو دے دی ۔ لیکن پیکنگ بھی موقع و محل کی مناسبت سے ہونی چاہئے ، شادی بیاہ کے موقع پر Birth day کے پیپر میں نہ دیا جا رہا ہوتا ہے۔

ہدیہ کا لفظ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ملکہ سبا کے لئے سورہ نمل آیت 25 میں استعمال فرمایا ہے۔ جو اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں بھجوایا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ تحفوں کا لوگوں پر اچھا اثر ہوتا ہے اور وہ سمجھتی تھی کہ اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا دل جیتا جا سکتا ہے۔ اور وہ یعنی سلیمان ملکہ سبا کی اقدار کو اپنائیں گے۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ والے لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ سے براہ راست رہنمائی لیتے تھے ویسے بھی نبی اپنے لوگوں کو بتانے آتے ہیں نہ کہ سیاسی لوگوں کی طرح عوام کی آواز بن کر ان کے پیچھے چلتے ہیں۔ اسی لئے حضرت سلیمان نے اس تحفہ اور ہدیہ کو ٹھکرا دیا اور اللہ کا پیغام بطور تحفہ اس شان سے ملکہ سبا تک پہنچایا کہ وہ حضرت سلیمان کے دربار پر حاضر ہونے پر مجبور ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تحفوں کے سلسلے میں ہماری رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وَاِذَا حُیِّیۡتُمۡ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡہَاۤ اَوۡ رُدُّوۡہَا اور اگر تمہیں کوئی خیر سگالی کا تحفہ پیش کیا جائے تو اس سے بہتر پیش کیا کرو یا کم از کم ویسا ہی لوٹادو۔ (النساء:87)

آنحضور ﷺ نے تحفے دینے کے بارے میں امت مسلمہ کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: تحادوا تحابوا تذھب الشحناءُ(مؤطا امام مالک باب ما جاء في المھاجرة) کہ آپس میں تحفے دیا کرو۔ اس سے ایک دوسرے سے محبت بڑھے گی اور عداوت اور جوش دور ہو جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ تحفہ دلوں کو صاف کرتا ہے۔ ایک جگہ اسے حاجتوں کی کلید قرار دیا۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان ہمیں احادیث کی کتب میں اکیلا نہیں ملتابلکہ اس کے شروع

میں مصافحہ کرنے اور تحفہ دینے کی ان الفاظ میں ہدایت ہے تصافحوا یذھب الغل کہ آپس میں مصافحہ کیا کرو اس سے بغض اور کینہ دور ہو جائے گا۔

اگر ان دونوں جملوں کو ملا کر پڑھا اور دیکھا جائے تو انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ تحفہ بھی اگر ممکن ہو تو گھر پہنچ کر مصافحہ کر کے دیا جائے۔(آجکل تو کرونا کی وجہ سے پابندی ہے) کیونکہ مصافحہ کرنے اور تحفہ دینے کے نتائج جو اس حدیث میں بیان ہوئے ہیں ایک ہی ہیں۔ انسان خود حاضر ہو تو اگلے کے حالات سے بھی واقفیت ہوجاتی ہے اور پیار و محبت اور ہمدردی کے جذبات پہلے سے زیادہ پیدا ہوتے ہیں ۔ تعلق مضبوط ہوتا ہے اور باہمی بغض اور کدورتیں دور ہوتی ہیں ۔ انسیت اور اتحاد و اتفاق میں اضافہ ہوتا ہے۔

آنحضورﷺ ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ اور اس کے بدلہ بھی چکایا کرتے تھے۔ (بخاری کتاب الھبہ)

احادیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ خوشبو، دودھ،دستی کا گوشت اور گائے بھیڑ کے پائے پسند فرماتے تھے۔ اور صحابہ یہ تحفے آنحضور ﷺ کو دیتے تھے۔ اور بسا اوقات صحابہ آپ کو دعوت پر بلایا بھی کرتے تھے۔ خود آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ دعوت کو قبول کریں۔

کسی کو مسکرا کر اور اچھے طریق سے ملنا بھی صدقہ (تحفہ) ہے۔ اچھے عمل سے کسی کا دل موہ لینا بھی تحفہ ہے۔ جیسے کسی کے لئے خوشیوں کے سامان مہیا کرنا، دکھ دور کر کے سکھ پہنچانا، یہ تحفہ کے زمرے میں آتا ہے۔ کیونکہ کسی کو سکون پہنچانا ہی تحفہ ہے۔ جو اچھے اخلاق سے ہر کوئی دے سکتا ہے۔ خواہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہو۔ اس میں نہ تو کوئی رقم خرچ ہو رہی ہوتی ہے اور کوئی محنت کرنی پڑتی ہے اور معاشرہ کا ہر طبقہ بآسانی اسے کر سکتاہے۔

پُرسکون ، خوشحال اور صحت مند زندگی، اپنے خالق حقیقی کی طرف سے انسان کے لئے سب سے بڑا تحفہ ہے۔ یہ ایک نعمت اور دولت سے کم نہیں ۔ انسان کو اس کی قدر کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہئے اور اپنے سے مال و صحت اور نعمتوں سے کم تر کو تحفے دینا نہ بھولے۔ حدیث میں بھی آتا ہے کہ اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے فضل اور اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے اور خوشحالی کا اظہار نظر آئے۔ مگر تکبر نہ ہو۔

تحفے و تحائف کے تبادلوں میں سے ایک اہم تحفہ ایک دوسرے کے لئے دعا کرنا ہے۔ حقیقت میں اس سے بڑھ کر اور کوئی تحفہ نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جس حد تک آپ اپنی دعاؤں میں ضرورت مندوں کو شامل کریں گے آپ کی دعا شرف قبولیت پائے گی اس لئے دعاؤں کے تحفے باٹنے میں بخل سے کام نہ لیا جائے۔

گھروں کو پُرسکون بنانے اور ماحول کو امن و آشتی والا بنانے کے لئے میاں اور بیوی بھی اگر آپس میں تحفوں کا تبادلہ کرتے رہیں اور ایک دوسرے کا شکریہ ادا کریں تو گھر جنت کا نظارہ پیش کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہر کوئی تحفہ لینا پسند کرتا ہے یہ زخموں کا تریاق بھی ہے۔ ٹوٹے دل اس سے جڑ سکتے ہیں۔ تحفہ دیتے وقت تحفہ کی روح ضرور مدّنظر رہے۔ بعض لوگ رسمی تحفہ بھجوا دیتے ہیں۔ اس میں بسا اوقات دکھاوا مدّنظر ہوتا ہے سارا زور ظاہر پر ہوتاہے اور تحفہ دینے والے کے ذہن میں اپنے بڑے پن کا اظہار ہوتا ہے تا لوگ اسے فراخ دل کہیں دیالو کہیں اس کی تعریف کریں۔بعض اوقات ماتحت افسر کو خوش کرنے اور اپنے کام نکلوانے کی خاطر تحفے تحائف دیتا ہے۔

تحفہ کا اصل مقصد قائم رہنا چاہئے جو انس و محبت بڑھانے اور کینہ، کدورتوں کو دور کرنا ہے ۔ اور یہ ایک ایسا تحفہ ہی کر سکتا ہے جو اس حقیقی خلوص اور جذبات سے دیا جائے جو تحفہ دینے والے کے دل میں پیدا ہو اور تحفہ لینے والا اس کی قدر کرے۔ ورنہ رسمی تحفوں سے تو تعلقات میں رخنے قائم رہتے ہیں۔تحفہ بھجواتے وقت جن امور کی طرف زیادہ توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے اس میں بنیادی بات اپنی مالی حیثیت دیکھناہے۔ اپنی حیثیت سے بڑھ کر ، مقروض ہو کر تحفہ نہ دیا جائے۔ موقع و محل کی مناسبت سے ہو تو بہتر ہے۔ بعض گھروں سے چیزیں نکال کر زائد المیعاد یا پرانے فیشن والی اشیاء تحفہ میں دےدیتے ہیں کہ خود تو پہنی نہیں فیشن Overہو چکا ہے یا اترن تحفہ میں دے ۔اگر ایسی بات ہے تو پہلے بتا دیں کہ اترن ہے۔ لیکن اسے بھی دھوکر استری کروا کر ڈرائی کلین کروا کر دی جائے۔

بہت قریبی یا جن سے Frankness ہو ان کے مزاج کا بھی علم ہوتا ہے۔ ان کے ذہن کو پڑھ کر تحفہ دیا جا سکتا ہے۔ آج کی تیز مادی دنیا میں مارکیٹنگ ایک اہم شعبہ ہے۔ جو اپنے کسٹمر کے ذہن کو پڑھ کر اس کے مطابق گفتگو کرتا ہے اور اپنا مال بیچتا ہے اس اصول کو یہاں بھی کارفرما رکھا جا سکتا ہے۔

اگر بجٹ اجازت دیتا ہو تو ڈسکاؤنٹ ڈیپارٹ منٹل اسٹورز سے اشیاء خریدنے سے اور Condemned اشیاء کے خریدنے احتراز کریں۔ ایک اور امر جس سے بچنا ضروری ہے وہ تحفہ مانگ کر لینا ہے۔ تحفہ کے آداب پر جو کتب مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ ان میں لکھا ہے کہ تحفہ کا تقاضا کرنا ایک بیہودہ حرکت ہے۔ پھر تحفہ دے کر واپسی کا تقاضا کرنا مناسب نہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ تحفہ دے کر واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی ہی کی ہوئی قے کو چاٹتا ہے۔
(مسلم کتاب الھبات)

ایک اہم امر جس کا تحفہ کے آداب سے نہایت گہرا تعلق ہے وہ شکر ادا کرنا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جو انسان کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر گزار کیسے ہو سکتا ہے۔ آنحضور نے ’’جزاک اللہ خیرا ‘‘ کے الفاظ میں شکر کرنے کی تلقین فرمائی پھر فرمایا کہ اگر کوئی تحفہ دے تو اس کا بدلہ دے۔ اگر بدلہ دینے کی طاقت نہ ہو تو تحفہ کی تعریف اور شکر ادا کرے۔
(ابو سعید)

آج کی دعا

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ

(ترمذی۔ کتاب الدعوات)

ترجمہ:’’میں اللہ تعالیٰ اس کی عزت اور اس کی قدرت کی پناہ کا طالب ہوں ہر اُس شر سے جو میں پاتا ہوں اور جس کا مجھے اندیشہ ہے‘‘

یہ پیارے رسول کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی دردوں سے نجات کی دعا ہے۔ ’’نبی کریمؐ نے اس دعا کے دم کا طریق یہ سکھلایا کہ تین مرتبہ بسم اللہ پڑھو پھر سات مرتبہ یہ دعا کرو۔‘‘ (قدسیہ محمود سردار)

دین ہے ایمان ہے عشقِ نبی ﷺ

تیز ہے قاتل مسلماں ہوشیار
جاگ اے غافل مسلماں ہوشیار

اپنے دشمن کی عبارت کو سمجھ
کارٹونوں کی سیاست کو سمجھ

یہ نہیں ہوتی صحافت جان لے
دشمنوں کی کیا ہے نیت جان لے

تذکرہ ہر سو اہانت کا ہے آج
مومنو واجب ہے تم پر احتجاج

ہم نہ ہونے دیں گے توہینِ نبیؐ
ہم پہ ہے تعظیم لازم آپؐ کی

دین ہے ایمان ہے عشقِ نبیؐ
بندگی کی جان ہے عشقِ نبیؐ

ہم فسادی ہیں نہ دہشت گرد ہیں
امن ہے پیارا جسے وہ فرد ہیں

بندۂ شیطان کی خواہش ہے یہ
دشمنِ اسلام کی سازش ہے یہ

ہے رسولؐ اپنا ہمیں جاں سے عزیز
ہم نہیں ہیں تیرے جیسے بدتمیز

پر مبشرؔ جانتا یہ خوب ہے
اس عمل سے کیا تجھے مطلوب ہے

(شہزاد مبشرؔ۔اسکاٹ لینڈ)

مبارک احمد منیر۔برکینا فاسو

احادیث نبویؐ کی رُو سے قبولیت دعا کے طریق

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت قرار دیا ہے ۔چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن(الذاریات:57) کہ میں نے جن و انس کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود عبادت کا طریق بتایا اور فرمایا اَلدُّعَاءُ هُوَالْعِبَادَةُ کہ دعا ہی عبادت کا مغز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے بتایا کہ آپ کی زندگی کے تمام پہلو دعاؤں سے بھرے پڑے ہیں ۔ ہر موقع پر رسول اللہ ﷺ کی دعائیں ملتی ہیں۔اسی لئے کتب احادیث میں بھی خاص طور پر دعاؤں کو یکجا کر کے ایک الگ باب کتاب الدعوات کے نام سے ملتا ہے ۔ رسول اللہ ﷺ نے بعض اوقات کو خاص طور پر قبولیت دعا کے لیے مختص فرمایا۔اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات اور روایات سے بھی ہمیں پتہ چلتا ہے کہ بعض اوقات قبولیت دعا کے لیے خاص ہوتے ہیں ۔یہاں بعض احادیث اور ایسی روایات پیش کی جائیں گی۔

- عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيْهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْاَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَاَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا۔

(بخاری کتاب الجمعة باب الساعة التی فی یوم الجمعة)

رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے ذکر میں ایک دفعہ فرمایا کہ اس دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں اگر کوئی مسلمان بندہ کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی چیز اللہ پاک سے مانگے تو اللہ پاک اسے وہ چیز ضرور دیتا ہے ۔ ہاتھ کے اشارے سے آپ نے بتلایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی سی ہے۔

- عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَتَنَزَّلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ يَقُوْلُ مَنْ يَدْعُوْنِی فَاَسْتَجِيْبَ لَهُ مَنْ يَّسْاَلُنِی فَاُعْطِيَهِ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِی فَاَغْفِرُلَهُ۔

(بخاری کتاب الدعوات باب الدعا نصف اللیل)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا رب تبارک و تعالیٰ ہر رات دنیاوی آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے۔ اس وقت جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں اس کی دعا قبول کروں ،کون ہے جو مجھ سے مانگے کہ میں اسے دوں، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے کہ میں اس کی بخشش کروں۔

- عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْاَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ فَاِنَّهَا رَاَتْ مَلَكًا۔

(مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبة باب استحباب الدعا عند صیاح الدیک)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تم مرغ کی اذان سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے۔

- اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَالَمْ يَعْجَلْ فَيَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ فَلَا اَوْ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِی۔

(مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبة باب بیان انہ یستجاب للداعی ما لم یعجل فیقول دعوت فلم یستجب لی)

رسول اللہ ﷺ نےفرمایا کہ تم میں سے جو آدمی جب تک جلدی نہ کرے اس کی دعا قبول کی جاتی ہے یہ نہ کہا جائے کہ میں نے دعا مانگی تھی مگر قبول نہ ہوئی۔

- عَنْ اَبِی هُرِيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عنه عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهُ قَالَ لَايَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحِمٍ مَالَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيْل : يَاَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَالِاسْتِعْجَالِ قَالَ: يَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرَ يَسْتَجِيْبُ لِی فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار باب انہ یستجاب للداعی مالم یعجل)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تک آدمی کسی گناہ یا قطع رحمی اور قبولیت میں جلدی نہ کرے اس وقت تک بندہ کی دعا قبول کی جاتی رہتی ہے عرض کیا گیا اے اللہ کے رسولؐ !جلدی کیا ہے آپ نے فرمایا وہ کہے میں نے دعا مانگی تھی لیکن مجھے معلوم نہیں کہ میری دعا قبول ہوئی ہو پھر وہ اس سے نا امید ہوکر دعا مانگنا چھوڑ دیتا ہے۔

- مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّسْتَجِيْبَ اللّٰهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْكَرْبِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِی الرَّخَاءَ

(ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء ان دعوة المسلم مستجابة)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے اچھا لگے اور پسند آئے کہ مصائب و مشکلات اور تکلیف دہ حالات میں اللہ اس کی دعائیں قبول کرے تو اسے کشادگی و فراخی کی حالت میں کثرت سے دعائیں مانگتے رہنا چاہئے۔

- قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَات دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهِ۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب ماذکر فی دعوة المسافر)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین مقبول دعائیں ہیں: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور باپ کی بددعا اپنے بیٹے کے حق میں۔

- قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَعْوَةُ ذِی النُّوْنِ اِذْ دَعَا وَهُوَ فِی بَطْنِ الْحُوْتِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّی كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ فَاِنَّهُ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِی شَيْئٍ قَطُّ اِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ لَهُ۔

(ترمذی کتاب الدعوات باب قول النبی ﷺ دعوة ذی النون اذ دعا وھو فی بطن الحوت لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین)

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ذوالنون (یونس علیہ السلام)کی دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے دوران کی تھی وہ یہ تھی ’’لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّی كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْن‘‘ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو پاک ہے ، میں ہی ظالم ہوں کیونکہ یہ ایسی دعا ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان شخص اسے پڑھ کر دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاقبول فرمائے گا۔

- قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ حَيِیٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحِی اِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ اِلَيْهِ يَدَيْهِ اَنْ يُرَدَّهُمَا صِفْرًا خَائِبَتَيْنِ

(ترمذی کتاب الدعوات باب قول النبی ﷺ ان اللہ حیی کریم یستحی اذا رفع الرجل الیہ یدیہ ان یردھما صفرا خائبتین)

یقیناً اللہ تعالیٰ آدمی کے ہاتھ خالی لٹاتے ہوئے شرماتا ہے جب وہ اس کی طرف اٹھاتا ہے۔

- عن ابی امامة قَالَ: قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ: جَوْفَ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ ،دُبُرَالصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ۔

(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب حدیث 3499)

پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا:آدھی رات کے آخر کی دعا(یعنی تہائی رات میں مانگی ہوئی دعا)اور فرض نمازوں کے اخیر میں۔

- ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ : اَلدُّعَا عِنْدَ النِّدَاءِ وَ تَحْتَ الْمَطَرِ

(صحیح الجامع الصغیر و زیادتہ حدیث نمبر3078)

دو دعائیں رد نہیں کی جاتیں ایک اذان کے وقت مانگی ہوئی دعا اور بارش میں مانگی گئی دعا۔

- ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ : اَلدُّعَا عِنْدَ النِّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَاسِ

دو دعائیں رد نہیں کی جاتیں اذان کے وقت کی گئی دعا اور جنگ یا مصیبت کے وقت مانگی گئی دعا۔

(صحیح الجامع الصغیر و زیادتہ حدیث نمبر3079)

حضرت مسیح مو دعلیہ السلام کی کتب میں اور صحابہ کرام کی روایات سے بھی ہمیں پتہ چلتا ہے کہ قبولیت دعا کے لیے بعض اوقات اور جگہیں خاص ہوتی ہیں۔چنانچہ اس جگہ بعض ایسے واقعات بھی پیش خدمت ہیں۔

’’بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ سنوری نے کہ پسر موعود کی پیشگوئی کے بعد حضرت صاحب ہم سے کبھی کبھی کہا کرتے تھے کہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو جلد وہ موعود لڑکا عطا کرے ۔ ان دنوں میں حضرت کے گھر امید واری تھی ۔ایک دن بارش ہوئی تو میں نے مسجد مبارک کے اوپر صحن میں جاکر بڑی دعا کی کیونکہ میں نے حضرت صاحب سے سنا ہوا تھا کہ اگر بارش میں دعا کی جاوے توزیادہ قبول ہوتی ہے ۔پھر مجھے دعا کرتے کرتے خیال آیا کہ باہر جنگل میں جاکر دعا کروں کیونکہ میں نے حضرت صاحب سے یہ بھی سنا ہوا تھا کہ باہر جنگل کی دعا بھی زیادہ قبول ہوتی ہے اور میں نے غنیمت سمجھا کہ یہ دو قبولیت کے موقعے میرے لئے میسر ہیں ۔ چنانچہ میں قادیان سے مشرق کی طرف چلا گیا اور باہر جنگل میں بارش کے اندر بڑی دیر تک سجدہ میں دعا کرتا رہا ۔ گویا وہ قریباً سارا دن میرا بارش میں ہی کٹا ۔اسی دن شام یا دوسرے دن صبح کو حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ ’’ان کو کہہ دو انہوں نے رنج بہت اُٹھایا ہے ثواب بہت ہوگا‘‘۔میں نے عرض کیا حضور یہ الہام تو میرے متعلق معلوم ہوتا ہے حضور نے فرمایا کس طرح ؟ میں نے اپنی دعا کا سارا قصہ سنایا۔ حضورخوش ہوئے اور فرمایا ایسا ہی معلوم ہوتاہے پھر میں نے اس خوشی میں ایک آنہ کے پتاشے بانٹے ۔مگر اس وقت میں اس کے اصل معنے نہیں سمجھا ۔ پھر جب عصمت پیدا ہوئی تو میں سمجھا کہ دراصل اس الہام میں یہ بتا یا گیا تھا کہ گودعا قبول نہیں ہوگی مگر مجھے ثواب پہنچ جائے گا ۔‘‘

(سیرۃ المہدی جلد اول صفحہ 89 روایت نمبر 110)

’’مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک شہادت کیلئے ملتان تشریف لے گئے تو راستہ میں لاہور بھی اترے اور وہاں جب آپ کو یہ علم ہوا کہ مفتی محمد صادق بیمار ہیں تو آپ ان کی عیادت کیلئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے ۔اور ان کو دیکھ کر حدیث کے یہ الفاظ فرمائے کہ لَا بَأْسَ طَهُوْرًا اِنْشَآءَ اللّٰهُ ۔‘‘ ’’یعنی کوئی فکر کی بات نہیں انشاء اللہ خیر ہو جائے گی اور پھر آپ نے مفتی صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ بیمار کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے ،آپ ہمارے لئے دعا کریں ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ ملتان کا یہ سفر حضرت صاحب نے 1897ء میں کیا تھا ۔‘‘

(سیرۃ المہدی جلد نمبر1 صفحہ 366روایت نمبر 412)

"پیر منظور محمد نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن مبشر بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل جب ایف اے کے طالب علم یاشاید ڈاکٹری کے طالب علم تھے۔ تو انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے مجھے ایک دن کہا کہ خداتعالیٰ کا ایک نام مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب بھی ہے۔ یہ نام لے کر بھی دعا مانگا کرو۔"

(سیرۃ المہدی جلد دوم صفحہ نمبر 134روایت 1174)

"میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا رَبِّ کُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانْصُرْنِي وَارْحَمْنِي (آمین) بذریعہ الہام تعلیم فرمائی تو حضور علیہ السلام نے ایک روز ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اسم اعظم ہے اور ہر ایک قسم کی مصیبت سے حفاظت کا ذریعہ ہے ۔ یہ بھی فرمایا کہ بجائے واحد کے بصورت جمع بھی اس کا استعمال جائز ہے ۔ یہ ان دنوں میں حضرت صاحب پر جناب الٰہی سے نازل ہوئی تھی جن ایام میں مقدمات ہونے والے تھے یا شروع ہوگئے تھے۔"

(سیرۃ المہدی جلد دوم صفحہ نمبر165روایت نمبر1241)

"میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضورؑ نے فرمایا کہ "مشکلات کیا چیز ہیں؟ دس دن کوئی نماز تہجد پڑھے۔ خواہ کیسی ہی مشکل ہو خداتعالیٰ حل کردے گا ۔ (اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ)"

(سیرۃ المہدی جلد دوم صفحہ نمبر171روایت نمبر 1253)

"میاں فیاض علی صاحب کپور تھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ میرا افسر سکھ مذہب کا تھا۔ مسلمانوں سے بہت تعصب رکھتا تھا اور مجھ کو بھی تکلیف دیتا تھا آخر اس نے رپورٹ کر دی کہ فیاض علی کو موقوف کردیا جائے ۔میں اس کے کام کا ذمہ دار نہیں ہوں۔میں نے دعا کے واسطے مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عریضہ بھیجا اور اس کی سختی کا ذکر کیا۔ حضور نے جواب تحریر فرمایا کہ "انسان سے خوف کرنا خداکے ساتھ شرک ہے اور نماز فرضوں کے بعد33مرتبہ لاحول ولاقوۃ پڑھا کریں اور اگر زیادہ پڑھ لیں تو اور بھی اچھا ہے" ۔ خط کے آتے ہی میرے دل سے خوف قطعی طور پر جاتا رہا۔ ایک ہفتہ کے اندر خواب کا سلسلہ شروع ہوگیا کہ افسر علیحدہ کیا جائے گا۔ اور میں اپنی جگہ پر بدستور رہوں گا۔ میں رخصت لے کر علیحدہ ہوگیا ۔اور راجہ صاحب کے حکم کا منتظر رہا۔ قبل از حکم ایک احمدی بھائی نے خواب میں دیکھا کہ راجہ صاحب کے سامنے تمہارے افسر کی رپورٹ پیش ہوئی ہے ۔ اس پر راجہ صاحب نے حکم لکھایا ہے کہ افسر کو کہہ دو کہ فیاض علی کو حکماً رکھنا ہوگا۔ "

(سیرۃ المہدی جلد دوم روایت نمبر 999صفحہ نمبر19)

حضرت غلام رسول راجیکیؓ اپنی کتاب حیات قدسی میں درود شریف کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"درود شریف کی دعا چونکہ قبول شدہ ہے اس لئے اگر اپنی ذاتی دعا سے پہلے اور پیچھے اسے پڑھ لیا جائے تو یہ امر آنحضرت ﷺ کی شفاعت کے معنوں میں قبولیت دعا کے لئے بہت بھاری ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔"

(حیات قدسی صفحہ نمبر612)

"پھر آنحضرت ﷺ چونکہ بنی نوع انسان کی شفقت کی وجہ سے ہر ایک انسان کی زندگی کے بہترین دینی ودنیوی مقاصد کے حصول کے خواہاں ہیں اس لئے آپ ہی کے مقاصد میں اگر اپنے مقاصد کو بھی شامل کر کے درود شریف پڑھا جائے تو یہ امر بھی قبولیت دعا اور حصول مقاصد کے معنوں میں نہایت مفید ہے کوئی مشکل امر جو حاصل نہ ہوسکتا ہو درود شریف پڑھنے سے اس صورت میں حاصل اور حل ہوسکتا ہے کہ درود شریف پڑھنے سے جو دس گنا ثواب جزا کے طور پر ملتا ہے اس ثواب کو مشکل کے حل ہونے کی صورت میں جذب کیا جائے اس طرح ضرور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔"

(حیات قدسی صفحہ نمبر 612)

ایک دفعہ حضرت غلام رسول راجیکیؓ شدید بیمار ہوگئے اور انہیں اپنے بچوں اور بیوی کے بارہ میں خیال آیا کہ ان کی وفات کے بعد ان کا کیا بنے گا چنانچہ انہوں نے دعا کی جس پر انہیں بشارت ہوئی۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"انہی ایام میں اپنی نازک حالت کے پیش نظر جب میں نے اپنی بیوی اور بچوں کی بے کسی اور بے بسی پر نظر کر کے خاص طور پر دعا کی تو مجھے الہامی کلام میں بشارت دی گئی کہ اپنی بیوی اور بچوں کے متعلق یہ وصیت کردی جائے کہ اگر میں وفات پا جاؤں اور انہیں کسی قسم کی ضرورت حقہ پیش آئے تو اس کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور ان ناموں کے ساتھ دعا کرلیا کریں۔

یا رزاق، یا رحمٰن، یا وھابُ

اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے ان کی اس ضرورت کو پورا فرمادے گا۔" چنانچہ میں نے اپنے اہل و عیال کے لئے اس بارہ میں وصیت کردی اور ان الہامی ناموں کے ساتھ دعا کرنے کے متعلق میرے دل میں بطور القاء یہ تفہیم ہوئی کہ وہ بیوہ اور یتیم بچے جن کے سر پر مربیوں کا سایہ نہ رہے۔ان کا ان مبارک ناموں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور تنگی رزق کے دور کرنے کے لئے دعا کرنا اللہ تعالیٰ کو خاص طور پران کے لئے متکفل بنادیتا ہے ۔"

(حیات قدسی صفحہ نمبر 202)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

"قبولیت دعا کے واسطے چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے تب کسی کے واسطے دعا قبول ہوتی ہے۔ شرط اول یہ ہے کہ اتقا ہو یعنی جس سے دعا کرائی جاوے وہ دعا کرنے والا متقی ہو...دوسری شرط قبولیت دعا کے واسطے یہ ہے کہ جس کے واسطے انسان دعا کرتا ہو اس کے لیے دل میں درد ہو اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ...تیسری شرط یہ ہے کہ وقت اصفی میسر آوے ایسا وقت کہ بندہ اور اس کے رب میں کچھ حائل نہ ہو ...چوتھی شرط یہ ہے کہ پوری مدت دعا کی حاصل ہو یہاں تک کہ خواب یا وحی سے اللہ تعالیٰ خبر دے۔ محبت واخلاص والے کو جلدی نہیں چاہئے بلکہ صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہئے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ نمبر 281)

پھر فرمایا:

"مدت دراز تک انسان کو دعاؤں میں لگے رہنا پڑتا ہے آخر خدا تعالیٰ ظاہر کردیتا ہے میں نے اپنے تجربہ سے دیکھا ہے اور گزشتہ راست بازوں کا تجربہ بھی اس پر شہادت دیتا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے تو کامیابی کی امید ہوتی ہے لیکن جس امر میں جلد جواب مل جاتا ہے وہ ہونے والا نہیں ہوتا ۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ نمبر 285)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ دعائیں کرنے اور اس عظیم و الشان خزانے سے مستفید ہونے کی توفیق عطا کرے ۔ دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق پیدا ہوجائے اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوجائے۔ آمین

****

فقہی مسائل

روزہ دار کے سامنے کھانا پینا

احادیث میں یہ ذکر ملتاہے کہ اگر روزہ دار کے سامنے کھایا پیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے روزہ دار کے لئے دعا کرتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایاہے کہ

الصَّائِمُ إِذَا أَكَلَ عِنْدَهُ الْمَفَاطِيرُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلاَئِكَةُ

(سنن الترمذی أبوابُ الصَّومِ بَابُ مَا جاءَ فِی فَضْلِ الصَّائِمِ إذَا أُكِلَ عِنْدَهُ)

اگر کسی روزہ دار کے سامنے کھایا پیا جائے تو فرشتے اس کیلئے دعا کرتے ہیں۔

حضرت عمارہ بنت کعب انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَدَّمَتْ إِلَيْهِ طَعَامًا، فَقَالَ كُلِي، فَقَالَتْ إِنِّي صَائِمَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ الصَّائِمَ تُصَلِّي عَلَيْهِ الْمَلاَئِكَةُ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ حَتَّى يَفْرُغُوا۔

(سنن الترمذی أبوابُ الصَّومِ بابُ مَا جاءَ فی فَضْلِ الصَّائِمِ إذَا أُكِلَ عِنْدَهُ)

حضرت نبی کریم ﷺ میرے گھر تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی کھاؤ،میں نے عرض کی حضور! میرا روزہ ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا اگرکسی روزہ دار کے سامنے کھایا جائے تو ان کے کھانے سے فارغ ہوجانے تک فرشتے روزہ دار کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔

حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

أَتَانَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَرَّبْنَا إِلَيْهِ طَعَامًا، فَكَانَ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ صَائِمًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الصَّائِمُ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ الطَّعَامُ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلاَئِكَةُ

(سنن ابن ماجہ كِتَاب الصِّيَامِ بَابٌ فِي الصَّائِمِ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ)

حضرت رسول کریم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے ،ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا ۔جبکہ بعض حاضرین مجلس کا روزہ تھا،تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب روزہ دار کے سامنے کھانا کھایا جائے تو فرشتے اس(یعنی روزہ دار) کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِبِلاَلٍ الْغَدَاءَ يَا بِلاَلُ، فَقَالَ إِنِّي صَائِمٌ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نَأْكُلُ أَرْزَاقَنَا، وَفَضْلُ رِزْقِ بِلاَلٍ فِي الْجَنَّةِ، أَشَعَرْتَ يَا بِلاَلُ أَنَّ الصَّائِمَ تُسَبِّحُ عِظَامُهُ، وَتَسْتَغْفِرُ لَهُ الْمَلاَئِكَةُ مَا أُكِلَ عِنْدَهُ۔

(سنن ابن ماجہ كتاب الصِّيَامِ بَابٌ فِي الصَّائِمِ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ)

حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: بلال ناشتہ کرلو۔آپؓ نے عرض کیا کہ حضور! میرا روزہ ہے،اس پر حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہم اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بلال کا زائد رزق جنت میں ہے۔اے بلال کیا تجھے معلوم ہے کہ جب تک روزہ دار کے سامنے کھایا جائے اس کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اور فرشتے اس کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ إِلَى يَدَيْهِ لِيُرِيَهُ النَّاسَ، فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ، وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب من أفطر فی السفر لیراہ الناس)

حضرت رسول اللہ ﷺ مدینہ سے مکہ کے لئے نکلے تو آپؐ نے روزہ رکھا یہاں تک کہ جب عسفان مقام پر پہنچے تو پھر پانی منگوایا اور آپؐ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کرکے اُسے اُٹھایا تا کہ لوگ دیکھیں۔ پھر آپؐ نے روزہ کھول دیا اور اُسی حالت افطار میں مکہ پہنچ گئے اور یہ واقعہ رمضان میں ہوا۔

****

حافظ عبدالحمید

تربیتِ اولاد اور ہماری ذمہ داریاں

تربیتِ اولاد کی ضرورت واہمیت قرآن وحدیث سے ایسے ہی واضح ہے جیسے یہ کوئی فرض بات ہے اور فرض کی بجا آوری ہر حال میں ضروری ہوا کرتی ہے۔

تربیتِ اولاد ایک بہت ہی اہم فریضہ ہے جس سے خاندانوں اور قوموں کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے کیونکہ آج کے بچوں نے ہی کل ملک و ملت اور مذہب کی ذمہ داریاں سنبھالنی ہوتی ہیں۔

عربی زبان کا محاورہ ہے کہ تَھْذِیْبُ الْاَطْفَالِ خَیْرُ الْاَشْغَالِ یعنی بچوں کی تربیت وتہذیب سب کاموں سے اہم اور بہتر فریضہ ہے۔

حکمتوں کے بادشاہ اور معلمِ کتاب وحکمت حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ’’ بچہ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا تے ہیں ۔ یعنی قریبی ماحول سے بچے کا ذہن متاثر ہوتا ہے ۔جیسے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کیا تمہیں ان میں سے کوئی کان کٹا نظر آتا ہے؟ یعنی بعد میں لوگ اس کا کان کاٹتے ہیں اور اسے عیب دار بنادیتے ہیں ۔‘‘(مسلم)

دنیا میں بہترین مصور ماں باپ ہوسکتے ہیں جن کے زیرِ سایہ ان کے بچے پلتے ہیں۔ ماں باپ چھوٹی عمر میں ان کے قلوب پر جو تصویر اتارنا چاہیں اتار سکتے ہیں ۔

ماں باپ کا اپنا نمونہ بچوں کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بچہ نقال ہوتا ہے وہ جو کچھ والدین کو کرتے ہوئے دیکھے گا اس کی نقل کرنے کی کوشش کرے گا۔

آج کے ترقی یافتہ دَور میں جہاں ہمارے لئے ان گنت آسائشیں اور سہولتیں ہیں وہاں بے شمار مسائل بھی پیدا ہوگئے ہیں۔یہ بات ذہن نشین رہے کہ قریباً تمام مذاہب میں دجال اور یاجوج ماجوج کے فتنہ سے ڈرایا گیا ہے ؟

دراصل زمانہ قدیم میں رابطہ کے ذرائع محدود تھے اس لئے بدیوں اور گناہوں کی حدود علاقائی تھیں دوسرے اکثر و پیشتر خیر شر پر غالب ہوتا یعنی برائی کو برائی سمجھا جاتا اور باعث افتخار خیال نہیں کیا جاتا تھامگر اِس دجالی فتنہ کے زمانہ میں الیکٹرانک میڈیا اور نشرو اشاعت کے ذرائع ایسی صورت اختیار کرچکے ہیں کہ ہر قسم کی بدی اور برائی کی تشہیر چند منٹوں میں تمام دنیا میں ہو جاتی ہے ۔

معاشرہ میں بے چینی ، انسانی رشتوں اور تعلقات کی پامالی،مذہب سے دوری،مثبت اور تعمیری اقدار سے فرار ،اس ماحول میں اولاد کی نیک تربیت کرنا غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔

ہر انسان اولاد کی نیک تربیت کے مقصد میں کامیاب ہونا چاہتا ہے۔کامیابیوں کے حصول اور مقاصد میں بارآوری کے لئے اللہ تعالیٰ نے تقوٰی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِتَّقُوْااللّٰہَ یٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْن ۔(المائدہ :101)

ترجمہ۔پس اے عقلمندو! اللہ کا تقوٰی اختیار کرو تاکہ تم بامراد ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنوں کو یہ دعا سکھائی ہے ۔

رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (الفرقان:75)

ترجمہ۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

’’اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاک بندے ہمیشہ اپنی آئندہ نسل کی دینی ودنیاوی ترقیات کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ نورِ ایمان جو ان کے دلوں میں پایا جاتا ہے صرف ان کی ذات تک محدود نہ رہے بلکہ قیامت تک چلتا چلا جائے۔۔۔ ہر مومن کا کام ہے اور اس کا فرض ہے کہ جہاں وہ اپنی اولاد کی نیک تربیت سے کبھی غافل نہ ہو وہاں وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتا رہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ششم ص 595۔ 596)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ ! مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا تقوٰی اختیار کرو۔ کیونکہ تمام بھلائیوں کی یہ بنیاد ہے۔

(حدیقۃ الصالحین مترجم حضرت ملک سیف الرحمان ص552)

والدین کو چاہئے کہ نیک اولاد کے حصول کے لئے خود نیک اور صالح بن جائیں، کیونکہ اسی میں خدا کی رضا ہے۔سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ’’جب تقوٰی نہ ہو تو ایسی حالت میں اولاد بھی پلید پیدا ہوتی ہے۔ اولاد کا طیب ہونا تو طیبات کا سلسلہ چاہتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر اولاد خراب ہوتی ہے۔ اس لئے چاہئے کہ سب توبہ کریں اور عورتوں کو اپنا اچھا نمونہ دکھلاویں۔‘‘ (ملفوظات جلدسوم ص164)

حضرت مسیح موعود علیہ السلا م فرماتے ہیں۔ صالح آدمی کا اثر اس کی ذریت پر بھی پڑتا ہے اور وہ بھی اس سے فائدہ اٹھاتی ہے ۔۔۔حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا ہے کہ میں بچہ تھا بوڑھا ہوا میں نے کسی خدا پرست کو ذلیل حالت میں نہیں دیکھا اور نہ اس کے لڑکوں کو دیکھا کہ وہ ٹکڑے مانگتے ہوں ۔گویا متقی کی اولاد کا بھی خدا تعالیٰ ذمہ دار ہوتا ہے ’ لیکن حدیث میں آیا ہے ظالم اپنے اہل و عیال پر بھی ظلم کرتا ہے کیونکہ ان پراس کا بد اثر پڑتا ہے ۔

(ملفوظات جلد اول ص 117۔118 جدید ایڈیشن مطبوعہ قادیان 2003ء)

پھر فرمایا۔’’اگر تم اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیز گار بن جاؤگے اور خدا تعالیٰ کو راضی کر لو گے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرے گا۔قرآن شریف میں خضر اور موسیٰ علیھما السلام کا قصہ درج ہے کہ ان دونوں نے مل کر ایک دیوار کو بنا دیا جو یتیم بچوں کی تھی ۔وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

وَکَانَ اَبُوْھُمَا صَالِحاً۔ ان کا والد صالح تھا ۔۔۔اللہ تعالیٰ تو کئی پشت تک رعایت رکھتا ہے ۔پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہوجاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کی سعی اور دعا کرو جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو‘‘

(ملفوظات جلد 4 ص444۔445)

یقیناًجس قدر انسان ذاتی طور پر اصلاح یافتہ ،نیک فطرت، متقی اور دعا گو ہو گا اسی قدر اللہ تعالیٰ اس کی اولاد اور نسل میں نیکی و تقوٰی کو جاری رکھے گا، اِلّا ماشاء اللہ۔ اس سلسلہ میں ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال بڑی واضح ہے۔کہ آپ کے دو بیٹوں ایک پوتے اورایک پڑپوتے کو مقامِ نبوت سے نوازا گیا جبکہ آپ کی نسل سے روحانی اماموں اور سرداروں کی تعداد تو بارہ تک پہنچتی ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتی نیکی اور دعاؤں کا ثمرہ ہے۔پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے بھی بارہ آئمہ مطہّرین پیدا فرمائے۔ یہ کیسا اعلیٰ ایمان تھا ، کیسی اعلیٰ تربیت اور دعائیں تھیں کہ جن کا اثر بارہ پشتوں تک ظاہر ہوتا رہا۔ اس دورِ آخرین میں یہ نظارہ ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت اور دعاؤں میں دیکھنے کو ملاہے کہ آپ کا ایک بیٹا ،دو پوتے اور ایک پڑپوتا مقامِ خلافت سے نوازے جا چکے ہیں۔ الحمدُ لِلّٰہِ علیٰ ذٰلك۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں ۔ ’’اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں اور نیکی پر قائم رہنے والوں کی اولاد در اولاد اور نسلوں کی بھی حفاظت فرماتا ہے اور انہیں نوازتا ہے بشرطیکہ وہ اولاد اور نسل بھی نیکی پر قائم رہنے والی ہو ۔۔۔حضرت مصلح موعودؓ ،حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ سے میں نے ایک واقعہ سنا ہوا ہے۔۔کہ ہارون رشید نے امام موسیٰ رضا کو کسی وجہ سے قید کردیا اور ان کے ہاتھ اور پاؤں میں رسیاں باندھ دیں ۔۔۔ہارون رشید اپنے محل میں ۔۔۔سویا ہوا تھا کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم ﷺ تشریف لائے ہیں اور آپ ﷺ کے چہرے پر غضب کے آثار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہارون رشید ! تم ہم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو مگر تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم آرام دِہ گدیلوں پر گہری نیند سو رہے ہو اور ہمارا بچہ شدت گرما میں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے قید خانے کے اندر پڑا ہے۔یہ نظارہ دیکھ کر ہارون رشید بیتاب ہوکر اٹھ بیٹھا اور اپنے کمانڈروں کو ساتھ لے کر اسی جیل خانے میں گیا اور اپنے ہاتھ سے امام موسیٰ رضا کے ہاتھوں اور پاؤں کی رسّیاں کھولیں ۔انہوں نے ہارون رشید سے کہا کہ آپ تو میرے اتنے مخالف تھے ۔اب کیا بات ہوئی ہے کہ خود چل کر یہاں آگئے۔ ہارون رشید نے اپنا خواب سنایا اور کہا میں آپ سے معافی چاہتا ہوں ۔میں اصل حقیقت کو نہ جانتا تھا۔۔۔حضرت مسیح موعودؑ نے ایک جگہ ایک ولی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ جہاز میں سوار تھا سمندر میں طوفان آگیا ۔قریب تھا کہ جہاز غرق ہوجاتا۔اس کی دعا سے بچا لیا گیا ۔اور دعا کے وقت اس بزرگ کو الہام ہوا کہ تیری خاطر ہم نے سب کو بچا لیا۔آپ نے فرمایا دیکھو یہ باتیں نری زبانی جمع خرچ سے حاصل نہیں ہوتیں بلکہ اس کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے ۔اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنا پڑتا ہے۔ نیکیوں کو جاری رکھنا پڑتا ہے جو اپنے آباء کی نیکیاں ہیں ۔پس نیکوں کی نسل ہونا ، ولیوں کی نسل ہونا،بزرگوں کی نسل ہونا بھی اُسی وقت فائدہ دیتا ہے جب خود بھی نیکیوں پر انسان قائم ہواور اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو۔

(خطبہ جمعہ 15 جنوری 2016ء)

علامہ ابن جوزی نے لکھاہے کہ ایک روز رات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کا گشت لگا رہے تھے کہ ایک دیوار کے نیچے تھک کر بیٹھ گئے۔گھر کے اندر ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی کہ اٹھ کر دودھ میں پانی ملادے ۔لیکن لڑکی نے کہا کہ ’’امیرالمومنین نے منادی کرا دی ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے‘‘ ماں نے کہا کہ ’’اس وقت عمر اور عمر کے منادی دیکھ نہیں سکتے تم دودھ میں پانی ملادو۔‘‘اس نے جواب دیا کہ ’’خدا کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں مجمع میں امیرالمومنین کی اطاعت کروں اور خلوت میں ان کی نافرمانی کا داغ اپنے دامن پر لگاؤں‘‘ حضرت عمرؓ نے یہ تمام گفتگو سن لی ۔۔۔صبح ہوئی۔۔۔تو معلوم ہوا کہ لڑکی کنواری اور ماں بیوہ ہے۔اب حضرت عمرؓ نے اپنے لڑکوں کو جمع کیا اور کہا کہ ’’مجھے نکاح کی ضرورت ہوتی تو میں خود اس لڑکی سے نکاح کرلیتا ۔لیکن تم میں جو پسند کرے میں اس سے اس کا نکاح کرسکتا ہوں۔‘‘عبداللہ اور عبدالرحمان کی بیویاں موجود تھیں۔البتہ عاصم کو نکاح کی ضرورت تھی اس لئے انہوں نے اس سے عقد کرلیا اسی لڑکی سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ماں ام عاصم پیدا ہوئیں۔

(سیرت عمربن عبدالعزیز صفحہ 11 از عبدالسلام ندوی ۔مطبع معارف اعظم گڑھ طبع دوم۔1923ء)

حضرت عمر بن عبدالعزیز بنو امیہ کے آٹھویں حکمران تھے۔اپنی

عمدہ و پاکیزہ سیرت اور راست روی و پاک دامنی کے باعث مورخین کے ہاں خلفائے راشدین میں شمار کئے جاتے ہیں۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانی رفیق حضرت بانی جماعت احمدیہ نے حضرت میر ناصر نوابؓ سے جو حضور کے خسر تھے دریافت کیا کہ یہ مقام جو آپ کو حاصل ہوا اس میں کیا راز ہے۔حضرت میر صاحب نے بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا۔'' میرے ہاں جب یہ بلند اقبال لڑکی پیدا ہوئی اس وقت میرا دل مرغ مذبوح کی طرح تڑپا اور میں پانی کی طرح بہہ کر آستانہ الٰہی پر گر گیا۔میں نے اس وقت بہت درد اور سوز سے دعائیں کیں کہ اے خدا تو ہی اس کے سب کام بنائیو۔معلوم نہیں اس وقت کیسا قبولیت کا وقت تھا کہ اللہ تعالیٰ اس بیٹی کے صدقے میں مجھے یہاں لے آیا ''دیکھئے ایک صالح متقی اور درد مند باپ کی بیٹی کے پیدائش کے وقت کی دعا کس شان سے مقبول ہوئی اور بیٹی کیا درجہ دین و دنیا میں پاگئی۔

(الفضل 26 اگست 1989ء)

ایک دفعہ حضرت میر ناصر نوابؓ نے حضرت حکیم مولوی نورالدینؓ سے فرمایا '' اصل بات تو اللہ تعالیٰ کے فضل ہی کی ہے۔لیکن جب سے میری یہ لڑکی پیدا ہوئی ہے میں نے کوئی نماز ایسی ادا نہیں کی جس میں اس کے لئے دعا نہ کی ہو کہ اے اللہ تیرے نزدیک جو شخص سب سے زیادہ موزوں و مناسب ہو اس کے ساتھ اس کا عقد ہوجائے۔حضرت مولوی صاحب نے یہ سن کر فرمایا بس میں سمجھ گیا یہ کسی وقت کی دعا ہی ہے جس کا تیر نشانے پر لگا ہے۔''

(حیات نور ص 198)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں۔میری والدہ کو قرآن کریم پڑھانے کا بڑا ہی شوق تھا انہوں نے تیرہ سال کی عمر سے قرآن کریم پڑھانا شروع کیا چنانچہ ان کا یہ اثر ہے کہ ہم بھائیوں کو قرآن شریف سے بڑا ہی شوق رہا ہے۔ (مرقاۃالیقین ص 174)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں۔ میری ماں اللہ اسے جنت میں بڑے بڑے درجات عطا کرے بہت سارے بچوں کی ماں تھیں مگر وہ کبھی نماز قضاء نہ کرتیں۔ ایک چادر پاک صاف صرف اس لئے رکھی ہوئی تھی کہ نماز کے وقت اسے اوڑھ لیتیں نماز پڑھ کر معًاکھونٹی پر لٹکا دیتیں۔فرقان حمید کا پڑھنا کبھی قضاء نہ کیا بلکہ میں نے اپنی ماں کی گود میں قرآن سنا اور پھر ان سے ہی پڑھا۔ (حیات نور ص 9)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ کی والدہ کا نمونہ کہ آپ کو کس طرح شرک سے نفرت تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ کے بچے اکثر وفات پاجاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کا ایک بچہ بیمار ہوا۔ بچے کا علاج کیاگیا۔ ایک آدمی تعویذ دے گیا۔اور ایک عورت نے یہ تعویذ بچے کے گلے میں ڈالنا چاہا۔ لیکن بچے کی والدہ نے تعویذ چھین کر چولہے کی آگ میں پھینک دیا اورکہا کہ میرابھروسہ اپنے خالق و مالک پر ہے۔میں ان تعویذوں کو کوئی وقعت نہیں دوں گی۔ بچہ دو ماہ کا ہوا تو وہی جے دیوی ملنے کے لئے آئی اور بچے کو پیار کیا اور آپ سے کچھ پارچات اور کچھ رسد اس رنگ میں طلب کی جس سے مترشح ہوتاتھاکہ گویا یہ چیزیں ظفر پر سے بلا ٹالنے کے لئے ہیں۔ آپ نے جواب دیاکہ تم ایک مسکین بیوہ عورت ہو۔ اگر تم صدقہ یا خیرات کے طورپر کچھ طلب کروتو میں خوشی سے اپنی توفیق کے مطابق تمہیں دینے کے لئے تیارہوں۔ لیکن میں چڑیلوں اور ڈائنوں کی ماننے والی نہیں۔ میں صرف اللہ تعالیٰ کو موت اورحیات کا مالک مانتی ہوں اور کسی اور کا ان معاملات میں کوئی اختیار تسلیم نہیں کرتی۔ ایسی باتوں کو میں شرک سمجھتی ہوں اور ان سے نفرت کرتی ہوں اس لئے اس بنا پر میں تمہیں کچھ دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ جے دیوی نے جواب میں کہا کہ اچھا تم سوچ لو اگربچے کی زندگی چاہتی ہوتو میرا سوال تمہیں پورا ہی کرنا پڑے گا۔چند دن بعد آپ ظفر کو غسل دے رہی تھیں کہ پھر جے دیوی آگئی اور بچے کی طرف اشارہ کرکے دریافت کیا :اچھا یہی ساہی راجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''ہاں یہی ہے'' جے دیوی نے پھر وہی اشیاء طلب کیں۔ آپ نے پھروہی جواب دیا جو پہلے موقع پر دیا تھا۔ اس پر جے دیوی نے کچھ برہم ہوکر کہا :''اچھا اگر بچے کو زندہ لے کر گھر لوٹیں تو سمجھ لینا کہ میں جھوٹ کہتی تھی''۔ آپ نے جواب دیا:'' جیسے خدا کی مرضی ہوگی وہی ہوگا''۔ ابھی جے دیوی مکان کی ڈیوڑھی تک بھی نہ پہنچی ہوگی کہ غسل کے درمیان ہی ظفر کو خون کی قے ہوئی اور خون ہی کی اجابت ہوگئی۔ چند منٹوں میں بچے کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ اور چند گھنٹوں کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی یا اللہ ! تُو نے ہی دیا تھا اور تُونے ہی لے لیا۔ میں تیری رضا پر شاکر ہوں۔اب توُ ہی مجھے صبر عطاکر۔ اس کے بعد خالی گود ڈسکہ واپس آگئیں۔

(اصحاب احمد جلد 11 صفحہ 15۔16)

دکھ اور تکلیفوں کو اللہ کے غضب اور قہر کا ظہور ہی نہیں سمجھنا چاہئے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے لئے اس میں خیر اور رحمت کا سامان ہوتا ہے۔اس کے ذریعے گناہوں کی صفائی اور تطہیر ہوتی ہے۔تکالیف اور بیماریاں اجرو ثواب کا باعث بنتی ہیں۔شرط یہ ہے کہ انسان شکوہ شکایت زبان پر نہ لائے صبر کا مظاہرہ کرے اور اجر کی امید رکھے۔شکر و صبر استقامت کے ستون ہیں جن کی بدولت رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت چوہدری ظفراللہ خانؓ کی والدہ محترمہ نے تقویٰ کا رستہ نہ چھوڑا۔ابتلاء کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں انعامات سے نوازااور چوہدری ظفر اللہ خانؓ جیسا بیٹا دیا جنہوں نے لمبی عمر پائی اوردنیا میں نام پیداکیا۔

چوہدری محمد حسین والد محترم ڈاکٹر عبدالسلام ایک دعا گو بزرگ تھے۔چوہدری محمد حسین کے والد میاں گل محمدؓ قرآن کریم کے بڑے اچھے عالم تھے ۔۔۔والدہ محترمہ تہجد گزار عورت تھیں۔

''چوہدری محمد حسین 3 جون 1925ء کو بیت احمدیہ جھنگ میں مغرب کی سنتیں ادا کرتے ہوئے قیام کی حالت میں قرآن کریم کی یہ دعا کررہے تھے۔

رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (الفرقان: 75)

اے ہمارے رب ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔ اس دوران اُن پر کشفی حالت طاری ہوئی اور ایک فرشتہ ظاہر ہوا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں ایک معصوم بچہ تھا۔فرشتے نے وہ بچہ چوہدری مُحمّد حسین صاحب کو پکڑایا اور کہا کہ اللہ کریم نے آپ کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔انہوں نے اس بچے کا نام پوچھا تو آواز آئی ''عبدالسلام'' یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے زبردست بشارت تھی۔ چوہدری صاحب نے خدا کا شکر ادا کیا اور ایک خط لکھ کر اپنی بیوی کو اس کشف سے آگاہ کیا۔خدائی بشارتوں کے مطابق یہ بچہ 29 جنوری 1926ء جمعہ کے روز پیدا ہوا۔

(پہلا احمدی ۔۔۔ سائنسدان عبدالسلام ۔ تصنیف محمود مجیب اصغر ص 3۔4)

ربِّ کریم نے تقویٰ کی راہوں پر چلنے والے ایک والد کی دعاؤں کو قبول فرما کر جو بچہ عنائت فرمایا اسے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں بہت کامیابیاں ملیںاور یہ بچہ دنیا کا ایک نامور سائنسدان بنا۔

خدا کرے کہ ہم ان نیک نمونوں سے فائدہ اٹھا کر تربیتِ اولاد کا فرض ایسے رنگ میں ادا کریں کہ مخلوق تو کیا خالق کی بارگاہ میں بھی سرخ رو ہوں۔

نکلیں تمہاری گود سے پل کر وہ حق پرست
ہاتھوں سے جن کی دین کو نصرت نصیب ہو

****

چھوڑ ساری سُستیاں

شیطنت کے بت کدے پھر سے گرانے آگیا
مرحبا یہ جام عرفاں پھر پلانے آگیا

ذاتِ باری سے تری قربت بڑھانے آگیا
طُور کی نورانیاں پھر سے دکھانے آگیا

ماہ ِرمضاں آ گیا ہے، ماہ ِرمضاں آگیا
روح کو رزقِ حقیقی پھر کھلانے آگیا

کس کمر اے نفسِ ناداں، چھوڑ ساری سستیاں
غفلتوں کی سب ردائیں یہ ہٹانے آگیا

گریہ زاری سے سجے اس ماہ کی ہر اک گھڑی
سال بھر کے سارے عصیاں اب مٹانے آگیا

دُور ہوں گی پھر سبھی اب نفس کی یہ شوخیاں
نیکیوں کے درس یہ ہم کو سکھانے آگیا

رحمتوں کا، برکتوں کا، مغفرت کا پاسباں
قید کر کے سارے شیطاں بخشوانے آگیا

اے خدا توفیق دے، نایکؔ بھی ہے اک ناتواں
چاک و چوبندتیرے در پہ گڑگڑانے آگیا

سلیق احمد نایک۔ قادیان

مقصود احمد بھٹی۔ قادیان

اسلامی روزہ کے امتیازات

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ:184)

ترجمہ : اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ (البقرہ :186)

ترجمہ: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔

یہ آیت کر یمہ قرآن کریم کے رمضان کے ساتھ گہرے تعلق پر روشنی ڈال رہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے ساتھ رمضان کے گہرے تعلق کو ان الفاظ میں بیان فرمایاہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزے کہیں گے کہ اے میرے رب! میں نے بندے کو دن کے وقت کھانے پینے اور خواہشات سے روکا۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما اور قرآن کہے گا کہ میں نے اسے رات کو نیند سے روکے رکھا۔ پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے اور قرآن کی سفارش قبول کی جائے گی۔ (مسند احمد الرسالۃ)

پھر دوسری روایت میں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ صرف دو شخص قابل رشک ہیں۔ ایک جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی نعمت عطا فرمائی ہو اور وہ رات کی گھڑیوں میں اُٹھ کر اس کو پڑھتا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مالی فراخی عطا فرمائی ہو اور وہ رات دن اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ (بخاری کتاب فضائل القرآن)

دراصل قرآن کریم کے نزول کا آغاز بھی رمضان المبارک میں ہوا اور قرآن مجید کی جس قدر بھی تعلیمات ہیں وہ انسان کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اور رمضان کا اصل مقصد ہی تقویٰ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم تقوی اختیار کرو۔

اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''قرآن کو بہت پڑھنا چاہئے اور پڑھنے کی توفیق خدا تعالیٰ اسے طلب کرنی چاہئے کیونکہ محنت کے سوانسان کو کچھ نہیں ملتا۔۔۔ہر ایک شخص کو خودبخود خداتعالیٰ سے ملاقات کرنے کی طاقت نہیں ہے اس کے واسطے واسطہ ضرور ہے اور وہ واسطہ قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ ہیں۔'' (ملفوظات جلدسوم صفحہ 233)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں۔

''حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل ہیں سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو، اپنا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام بھلائیاں قرآن میں ہیں۔'' (تحفہ بغداد روحانی خزائن جلد7 صفحہ 29)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز رمضان المبارک اور قرآن مجید کے امتیاز کے سلسلہ میں اپنی جماعت کو نصائح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

''رمضان اور قرآن کی ایک خاص نسبت ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جبرائیل ہر رمضان میں جتنا قرآن نازل ہو چکا ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ مل کر اسے دوہراتے تھے۔ اس لئے بھی ان دنوں میں قرآن پڑھنے، سمجھنے اور درسوں میں شامل ہونے کی طرف توجہ دینی چاہئے تاکہ اس کا ادراک پیدا ہو، اس کو سمجھنے کی صلاحیت پید اہو، معرفت حاصل ہو۔''

(خطبہ جمعہ 24۔اکتوبر2003، خطبات مسرور جلد1صفحہ417)

حصول تقویٰ

رمضان المبارک کے روزے رکھنے سے انسان کو کیا حاصل ہوتا ہے۔ اس کے لئے قرآن مجید نے مومنوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ(البقرۃ:184) کہ تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

تقویٰ کے معنی خوف الٰہی ہیں۔ اگر ایک انسان تقویٰ کو اپنا زیور بنا لے تو اس کے اندر ایک نمایاں تبدیلی ہی نہیں آئے گی بلکہ اس کی اُخروی زندگی کامیاب ہو گی۔ حدیث کی کتب میں تقویٰ کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اُن کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اے ابوہریرہ تقویٰ اور پرہیز گاری کو اختیار کر تو سب سے بڑا عبادت گزار بن جائے گا۔ قناعت اختیار کر لو سب سے بڑا شکر گزار شمار ہو گا۔ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو تو صحیح مومن سمجھے جاؤ گے جو تیرے پڑوس میں بستا ہے اُس سے اچھے پڑوسیوں والا سلوک کرو اور حقیقی مسلم کہلا سکو گے۔ کم ہنسا کرو کیونکہ بہت زیادہ قہقہے لگا کر ہنسنا دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔

(ابن ماجہ۔ کتاب الزہد والورع والتقویٰ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس انسان سے محبت کرتا ہے جو تقویٰ شعار ہو۔ بے نیاز ہوں گمنامی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے والا ہو۔

(مسلم کتاب الزہد)

قرآن مجید کا خلاصہ تقویٰ ہے۔قرآن مجید میں تقویٰ کا ذکر تقریباً 250 مرتبہ آیا ہے۔ اس کثرت کے ساتھ کسی دوسرے مضمون کو بیان نہیں کیا گیا۔

حضرت موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ۔

''ساری جڑ تقویٰ اور طہارت ہے۔ اسی سے ایمان شروع ہوتا ہے اور اسی سے اس کی آب پاشی ہوتی ہے اور نفسانی جذ بات دبتے ہیں۔''

(البدر جلد1 نمبر7 مورخہ 17اپریل 1903ء بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد1 صفحہ 411)

نیز فرمایا۔

تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ ہر چیز کی جڑ ہے۔ تقویٰ کے معنے ہیں ہر ایک باریک در باریک رگ گناہ سے بچنا۔ تقویٰ اس کو کہتے ہیں کہ جس امر میں بدی کا شبہ بھی ہو اس سے بھی کنارہ کرے۔(ایضاً)

روزہ کے امتیاز کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتناہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اُسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خداتعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ،ہمیشہ روزہ دار کو یہ مد نظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہئے کہ خداتعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزہ سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کیلئے تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کیلئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا نہیں مل جائے۔

(الحکم جلد1 نمبر 4مورخہ 17جنوری سے 1907ء بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد1 صفحہ 640)

روزہ اور محاسبہ نفس

رمضان المبارک کے روزوں کو ایک امتیاز یہ بھی حاصل ہے کہ روزہ سے محاسبہ نفس کا موقع ملتا ہے ایک مسلمان سال کے گیارہ مہینے دنیاوی لہوولعب میں مصروف رہتا ہے۔ لیکن رمضان آتے ہی ہر مومن مسلمان رضائے الٰہی کے لئے کمر ہمت کس لیتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے خالق اور مالک کی خوشنودی حاصل کر سکے۔ چنانچہ'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں اور اجر کی توقع سے رکھے اُسے اس کے رمضان سے پہلے کئے گئے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو لیلۃ القدر کی شب عبادت کے قیام کی غرض سے اور اجر کی توقع سے کھڑا ہوا اُسے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

(ابو داؤد کتاب شہر رمضان باب فی قیام شہر رمضان)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''جو شخص اپنا محاسبہ نفس دنیا میں کرتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے نیک اعمال بجالاتا ہے اُسے کیّس کہتے ہیں اور جو شخص اپنی نفسانی خواہشات کی اتباع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نیک تمنا رکھتا ہے اُسے عاجز کہتے ہیں اور حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا محاسبہ نفس کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بڑی پیشی کے لئے (یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کے لئے) زینت اختیار کرو جو شخص دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا رہے گا قیامت کے روز اس کا ہلکا پھلکا حساب کیا جائے گا۔''

(ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع)

رمضان المبارک کے روزوں سے ایک یہ بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ روزوں کی حالت میں ایک مومن کو اپنے نفس کے احتساب کا موقع ملتا ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ احتساب کے معنوں کو یوں بیان فرمایا ہے۔

''جب اپنے نفس کا احتساب کرو گے کہ تم کس حالت میں ہو، روزانہ کیا تمہارا مشغلہ ہے، کیا کیا کم جو بُرے کام تھے تم نے

رمضان میں چھوڑنے شروع کر دیئے ہیں، کیا کیا کام جو اچھے تھے اُن کو پہلے سے زیادہ حسین کر کے تم نے اُن پر عمل شروع کیا ہے اس کو احتساب کہتے ہیں۔۔۔ بہت سے لوگ روزے رکھتے ہیں تو رسماً روزے رکھتے ہیں۔ بہت سے لوگ روزہ رکھتے ہیں لیکن پورا خدا پر ایمان نہیں ہوتا۔ جب بھی رمضان ختم ہوتا ہے تو واپس انہیں پہلی منفی حالتوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔۔۔سب سے پہلے اپنی نیتوں کو پرکھ کر دیکھیں اور غور کریں کہ واقعۃً اللہ تعالیٰ پر ایمان کے نتیجہ میں روزہ ہے۔ ایمان کے تقاضے بھی پورے کرتے ہیں کہ نہیں۔“
(الفضل 29دسمبر1999ء)

باقی دنوں کی نسبت روزوں کے ایام میں ایک مومن اپنے اندر ایک نمایاں تبدیلی دیکھتا ہے اگر ایک روزے دار باقی دنوں کی بنسبت کوئی تبدیلی محسوس نہیں کرتا تو اس کو اپنے تقویٰ کی فکر کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں۔

سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والااپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردّی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد3صفحہ 547،548)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”اپنے روزوں کے معیار کو دیکھنا اور تقویٰ کی طرف قدم بڑھنے کا تبھی پتہ چلے گا جب اپنا محاسبہ کر رہے ہوں گے۔ دوسرے کے عیب نہیں تلاش کر رہے ہوں گے بلکہ اپنے عیب اور کمزوریاں تلاش کر رہے ہوں گے۔ یہ دیکھ رہے ہوں گے کہ آج میں نے کتنی نیکیاں کی ہیں یا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور کتنی برائیاں ترک کی ہیں، کتنی برائیاں چھوڑی ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 7اکتوبر 2005ء خطبات مسرور جلد3صفحہ 601)

گناہوں کو جلا کر راکھ کر دینا

روزوں کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہےکہ رمضان گناہوں کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ احادیث میں ایک روایت درج ہے۔ کہ رمضان کا نام رمضان اس لئے رکھا گیا ہے کہ کیونکہ وہ گناہوں کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر کبیر میں جہاں روزوں کے بے شمار امتیازات کا ذکر فرمایا ہے وہاں پر فرمایا ہے کہ روزہ رکھنے والا برائیوں اور بدیوں سے بچ جاتا ہے۔ اور دنیا سے انقطاع کی وجہ سے انسان کی روحانی نظر تیز ہو جاتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا ہے کہ روزے دار کو روحانی نقصان اور ضرر رساں چیز سے بچنا چاہئے، نہ جھوٹ بولے نہ گالی دے، نہ غیبت کرے، نہ جھگڑا کرے، زبان پر قابو رکھے گویا ہر گناہ سے بچے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

جس نے رمضان کے روزے رکھ کر اپنی تین چیزوں یعنی زبان، پیٹ اور فرج کی حفاظت کی تو میں اُسے جنت کی خوشخبری دیتا ہوں۔ (کنزالعمال)

قبولیت دعا

رمضان المبارک کو ایک یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ روزےدار کی دعا کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت بخشتا ہے۔ رمضان کا مہینہ دعاؤں کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآن مجید میں روزوں کے احکامات کا ذکر فرمایا ہے وہاں عین درمیان میں دعا کے مضمون کو بھی بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (البقرہ:187) یعنی اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ عرش سے فرش پر ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو کہتا ہے کہ اے خیر کے طالب! آگے بڑھ۔ کیا کوئی ہے جو دعا کرے تا کہ اس کی دعا قبول کی جائے؟ کیا کوئی ہے جو استغفار کرے کہ اُسے بخش دیا جائے؟ کیا کوئی ہے جو توبہ کرے تا کہ توبہ قبول کی جائے؟ کیا کوئی ہے جو سوال کرے جس کو پورا کیا جائے۔؟

(شعب الایمان باب فضائل الصوم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے، دعاؤں کا مہینہ ہے۔“

(احکام 2جنوری 1901ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”رمضان المبارک سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو اس میں دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں۔“ (الفضل 4 دسمبر 1988ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”جتنی زیادہ تعداد میں ایسی دعائیں کرنے والے ہماری جماعت میں پیدا ہوں گے اتنا ہی جماعت کا روحانی معیار بلند ہوگا اور ہوتا چلا جائے گا ... پس ہمارے ہتھیار یہ دعائیں ہیں جن سے ہم نے فتح پانی ہے۔

(خطبہ جمعہ 28 نومبر 2003ء۔ خطبات مسرور جلد1صفحہ 5)

صبر و تحمل

روزوں کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ روزہ صبر و تحمل اور برداشت کا درس دیتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور ہمدردی خلق کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ اس ماہِ مقدس میں روزہ کی حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”ایک نیکی صبر و تحمل ہے۔ صبر کے نتیجہ میں بہت سی برائیوں سے بچا جا سکتا ہے۔ صبر کی کمی کے باعث غلط فہمیاں اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہر احمدی کو صبر اختیار کرنا چاہئے۔ دل خراش باتوں کو برداشت کریں۔ اس پالیسی کے نتیجہ میں بہت سے جھگڑوں کا حل ہو سکتا ہے۔ فیملی تنازعات ، خواہ وہ خاوند بیوی کے درمیان ہوں یا بھائیوں کے درمیان ہوں یہ سب بیان تنازعات ہوتے ہیں....... دنیا بھر میں ایک طوفان بے تمیزی ہے۔ قتل عام ہو رہا ہے اور قومیں دوسری قوموں پر حملہ آور ہو رہی ہیں۔ یہ سب کچھ بے صبری کا ہی نتیجہ ہے۔دنیا تباہی کے دہانے پر ہے۔ احمدیوں کو دنیا کو بچانا ہوگا۔ اس لحاظ سے صبر و برداشت کی عادت کو اس انداز میں اختیار کرنا ہو گا کہ ہر احمدی ہر میدان میں صبر و برداشت کا نمونہ بن جائے۔ (مشعل راہ جلد5 صفحہ 140)

لیلۃ القدر

رمضان المبارک میں روزے داروں کا ایک یہ بھی امتیاز ہے کہ وہ ان ایام میں قیام الصلوۃ، ذکرالٰہی، حمد و ثناء، تلاوت قرآن مجید، صدقہ و خیرات میں پہلے سے کئی گنا بڑھ کر کوشش کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں ایسے تقویٰ شعار بندوں کو نہ صرف قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے بلکہ وہ لیلۃ القدر کے بھی حقدار قرار دیئے جاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

آخری عشرہ میں تو پہلے سے بڑھ کر خداتعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ قبولیت دعا کے نظارے پہلے سے بڑھ کر ظاہر کرتا ہے بلکہ ان دنوں میں ایک ایسی رات بھی آتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کہا ہے اور یہ ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ اس ایک رات کی عبادت انسان کو باخدا انسان بنانے کے لئے کافی ہے۔ یہ دعا بھی کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا کی ہوا و ہوس کی جہنم سے بھی ہمیں نجات دے۔ ہماری دعائیں قبول فرمائے، ہماری توبہ قبول فرماتے ہوئے ہمیں اپنی رضا کو حاصل کرنے والا بنا دے۔

(خطبہ جمعہ 28اکتوبر 2005ء۔ خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 640)

دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو رمضان المبارک کے روزے تقویٰ کے مطابق رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور روزوں کے صدقے ہمارے گزشتہ گناہوں کو معاف فرمائے اور آئندہ نیکیاں بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

****

غزل

مُجھ کو مٹانا بس میں تُمہارے رہا نہیں
مقتلِ حیاتِ عشق ہے مرگِ وفا نہیں

جو رائیگاں گیا ہو کبھی بزمِ یار میں
وہ اشک اپنی آنکھ سے اَب تک گرا نہیں

پہرے بٹھاؤ کتنے ہی گُفت و شُنید پر
اہلِ طلب کے واسطے ہم بے نوا نہیں

سمجھیں گے خاک عقدۂ فیضانِ مُصطفیٰ
اُن کو طلب تو ہے مگر ذہن رسا نہیں

”کرب و بلا کا خوف ہے ’مقتل سے ڈرگئے“
ہم نے کسی یزید کو ایسے کہا نہیں

جور و ستم سے ہم کو تو ڈرنا نہیں اے دوست
کچھ پل کی بات ہےسُنو ایسے سدا نہیں

پروفیسر کرامت راج۔کینیڈا

محمد عثمان شاہد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیماروں اور مریضوں سے حُسنِ سلوک

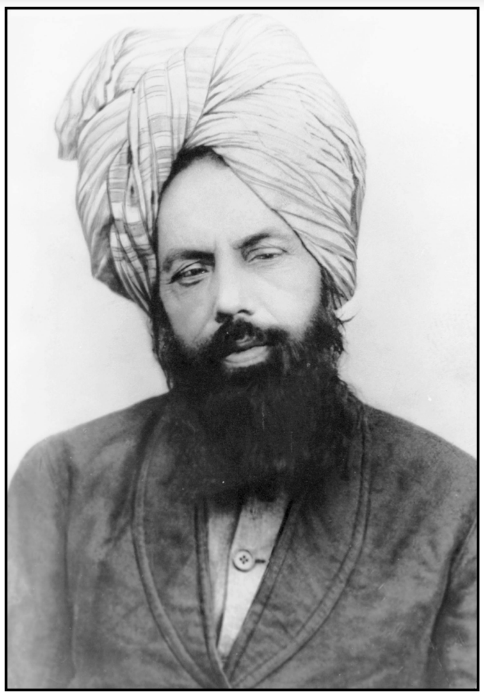

اللہ تعالیٰ کے مامورین اور مرسلین کے دل جہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت سے غیر معمولی طور پر معمور ہوتے ہیں وہیں اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہ کی وجہ سے ان کے سینے خلق خدا کی ہمدردی اور غمخواری سے سرشار ہوتے ہیں۔مخلوقِ خدا سے شفقت اور ان سے ہمدردی کا ایسا سمندر ان کے دلوں میں موجزن ہوتا ہے کہ کسی دنیاوی اور جسمانی تعلق میں یہاں تک کہ حقیقی والدین میں بھی اس کی مثال ملنا ناممکن ہے ۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"کوئی نبی اور ولی قوتِ عشقیہ سے خالی نہیں ہوتا یعنی ان کی فطرت میں حضرتِ احدیت نے بندگان خدا کی بھلائی کے لئے ایک قسم کا عشق ڈالا ہوا ہوتا ہے پس وہی عشق کی آگ ان سے سب کچھ کراتی ہے اور اگر ان کو خدا کا یہ حکم بھی پہنچے کہ اگر تم دعا اور غمخوارئ خلق اللہ نہ کرو تو تمہارے اجر میں کچھ قصور نہیں تب بھی وہ اپنے فطرتی جوش سے رہ نہیں سکتے اور ان کو اس بات کی طرف خیال بھی نہیں ہوتا کہ ہم کو اس جان کنی سے کیا اجر ملے گا کیونکہ ان کے جوشوں کی بناء کسی غرض پر نہیں بلکہ وہ سب کچھ قوت عشقیہ کی تحریک سے ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ خدا اپنے نبی کو سمجھاتا ہے کہ اس قدر غم اور درد کو تو لوگوں کے مومن بن جانے کے لئے اپنے دل پر اٹھاتا ہے اس سے تیری جان جاتی رہے گی سو وہ عشق ہی تھا جس سے آنحضرت ﷺ نے جان جانے کی کچھ پرواہ نہ کی پس حقیقی پیری مریدی کا یہی احوال ہے کہ قوت عشقیہ صادقوں کے دلوں میں ضرور ہوتی ہے تا وہ سچے غمخوار بننے کے لائق ٹھہریں جیسے والدین اپنے بچے کے لئے ایک قوت عشقیہ رکھتے ہیں توان کی دعا بھی اپنے بچوں کی نسبت قبولیت کی استعداد زیادہ رکھتی ہے اسی طرح جو شخص صاحبِ قوتِ عشقیہ ہے وہ خلق اللہ کے لئے حکم والدین رکھتا ہے اور خواہ نخواہ دوسروں کا غم اپنے گلے میں ڈال لیتا ہے کیونکہ قوتِ عشقیہ اس کو نہیں چھوڑتی "

(مکتوب بنام مولوی عبدالقادر صاحب ،الحکم مورخہ 20/27 اگست 1898ء)

ہمدردی اور شفقت علی الناس کا یہ طبعی اور فطرتی جذبہ تمام انبیاء سے بڑھ کر ہمارے سید ومولا حضرت محمد مصطفی ﷺ کو عطا ہوا تھا اور خود اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش سے اس کی سند آپ ﷺ کو عطا فرمائی چنانچہ قرآن کریم میں ایک مقام پر فرمایا فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ (آل عمران: 159) کہ یہ سراسر خدا کی رحمت کا نتیجہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئے ہیں ایک دوسرے مقام پر یہ سند آسمانی یوں گویا ہوتی ہے ۔

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ (التوبۃ: 128)

کہ تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا ہے تمہارا تکلیف میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے اور وہ تمہارے لئے خیر کا بہت بھوکا ہے ۔

پھر ایک مقام پر آپ ﷺ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیاگیا ہے۔

دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (النجم:10,9)

کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس کے قریب ہوئے اور پھر مخلوق کی محبت میں نیچے اترے اور گویا آپ ﷺ نے خدا اور مخلوق کی دو کمانوں کے متحدہ وتر کی صورت اختیار کرلی بلکہ اس اتحاد میں اس سے بھی قریب تر ہوگئے۔

چونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت آنحضور ﷺ کی ہی بعثت ثانیہ ہے اور آپؑ کا وجودآنحضور ﷺ کے وجود میں مکمل طور پر محو ہو کر آپ ﷺ ہی کے رنگ میں رنگین ہوگیا تھا اور آپؑ کے وجود نے آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں آپ ﷺ ہی کے ظل اور بروز کے طور پر آپ ﷺ ہی کے اخلاق اور صفات کو اپنے وجود میں سمولیا تھا اس وجہ سے اس زمانہ میں چشم دنیا نے پھر سے آنحضرت ﷺ کی روشن اور درخشندہ صفات کو ایک مرتبہ پھر بڑی شان کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے وجود باجود میں بڑی شان کے ساتھ جلوہ گر ہوتے دیکھا۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دل میں شفقت علیٰ خلق اللہ کا ایسا سمندر موجزن تھا کہ بجز آنحضرت ﷺ کے وجود کے اس کی مثال ملنا ممکن نہیں۔

آپؑ فرماتے ہیں۔

"میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والد ہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔"

(اربعین،روحانی خزائن جلد نمبر 17 صفحہ 344)

مضمون ھٰذا میں حضرت مسیح موعودؑ کی بنی نوع انسان کے لئے ہمدردی اور شفقت علی الناس کے ایک پہلو جو بیماروں کی خبرگیری، ان کی عیادت ، ان کی تکلیف دیکھ کر آپؑ کی بے چینی و بےقراری ،ان کے لئے ادویات وغیرہ کا اہتمام،ان کی خدمت گزاری کے لئے فطری جذبہ محبت سے کوشاں رہنا اور سب سے بڑھ کر اپنے شافی خدا کی بارگاہ میں ان کی شفایابی کے لئے مضطربانہ دعاؤں سے تعلق رکھتا ہے اس کے متعلق چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد صادقؓ بیان کرتے ہیں۔

"ایک دفعہ جب کہ میں بہت بیمار ہوگیا 1904ء کا واقعہ ہے اور میری والدہ مرحومہ بھی یہاں تشریف لائی ہوئی تھیں انہوں نے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر میری صحت کے لئے دعا کے واسطے تحریک کی۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ہم توان کے لئے دعا کرتے ہی رہتے ہیں۔آپ کو خیال ہوگا کہ صادق آپ کا بیٹا ہے اور آپ کو بہت پیارا ہے لیکن میرا دعویٰ ہے کہ وہ مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہے "

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ صفحہ 325)

"ایک یتیم بچہ جس کا نام فجا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچیرے بھائی مرزا نظام الدین صاحب کے ہاں رہا کرتا تھا وہاں بعض سختیوں کو ناقابل برداشت پاکر حضرت مسیح موعودؑ کے گھر آگیا لیکن بچپن میں مناسب سرپرستی اور تربیت نہ ہونے کی بناء پر اس کے اطوار وحشیانہ اور غیر مہذبانہ تھے ایک مرتبہ وہ اپنی شوخیٔ طبع کی وجہ سے جل گیا اور کھولتا ہوا پانی اس کے سارے بدن پر گرگیا۔حضرت کو اس سے شدید صدمہ پہنچا اور آپؑ ہمہ تن اس کے علاج معالجہ میں مصروف ہوگئے روزانہ اس کے بدن پر تازہ روئی رکھی جاتی اور بڑی احتیاط کی جاتی اس یتیم بچہ کے علاج میں نہ آپؑ نے اپنے وقت کا خیال کیا نہ روپے پیسے کی کچھ پروا کی نہ ہی اس کی غذا اور دیکھ بھال میں کوئی کمی روا رکھی خود اپنے سامنے ہر چیز کا انتظام فرماتے اور اسے تسلی دیتے ۔ اس یتیم بچہ کی بیماری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تیمارداری اور حسن سلوک کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولوی یعقوب علی عرفانیؓ فرماتے ہیں۔

"اس وقت وہ ایک میلی کچیلی شکل کا بچہ تھا اور کسمپرسی کی حالت میں اس نے زندگی کے ابتدائی دن کاٹے تھے عُرفِ عام کے لحاظ سے کسی بڑی قوم اور خاندان سے تعلق نہ رکھتا تھا ایسی مصیبت کے وقت میں جبکہ انسان اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کی علالت سے بھی اکتاجاتا ہے آپؑ ایک لمبے عرصہ تک اس کی تیمارداری میں مصروف رہے اور نہ صرف خود بلکہ سب گھر والوں کو اس کے متعلق خاص طور پر ہدایات تھیں اس کے آرام اور علاج میں کوئی کمی نہ کی جاوے یتیم پروری اور تیمارداری کی یہ بہترین مثال ہے"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 288۔289)

بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی اور ان کی خیر خواہی کے جذبات سے جس طرح آپؑ کا دل معمور تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں ۔

"ان کی خیر خواہی اور ہمدردی ہمارے دل میں اس قدر بھری ہوئی ہے کہ نہ زبان کو طاقت ہے کہ بیان کرے اور نہ قلم کو قوت ہے کہ تحریر میں لاوے "

(براہین احمدیہ حصہ دوم روحانی خزائن جلد اول صفحہ 73)

حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ اپنا ایک چشم دید واقعہ یوں بیان کرتے ہیں ۔

"ایک دفعہ بہت سی گنوارعورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں اتنے میں اندر سے بھی چند خدمتگار عورتیں شربت شیرہ کے لئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں اور آپؑ کو دینی ضرورت کے لئے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا میں بھی اتفاقاً جا نکلا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کمربستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی دنیاوی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگارہا۔فراغت کے بعد میں نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے ۔ اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے یہ مسکین لوگ ہیں۔یہاں کوئی ہسپتال نہیں میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں اور فرمایا یہ بڑے ثواب کا کام ہے مومن کوان کاموں میں ست اور بےپرواہ نہ ہوناچاہئے۔"

(سیرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ)

حضرت مسیح موعودؑ نےکیا ہی خوب فرمایا ہے۔

دل و جانم چناں مستغرق اندر فکر اُو شان ست
کہ نے از دل خبر دارم نہ از جان خود آگاہم
بدیں شادم کہ غم از بہر مخلوق خدا دارم
ازیں در لذتم کز درد مے خیزد زدل آہم
مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق ست

ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسم ہمیں راہم
غم خلق خدا صرف از زبان خوردن چہ کارست ایں
گرش صد جاں بہ پاریزم ہنوزش عذر می خواہم

ترجمہ: میری جان اور میرادل ان لوگوں کی فکر میں اس قدر مستغرق ہے کہ نہ تو مجھے اپنے دل کی خبر ہے اور نہ اپنی جان کا کچھ ہوش ہے میری خوشی تو اسی بات میں ہے کہ اپنے دل میں مخلوق خدا کے لئے غم رکھتا ہوں اور اس غم کی وجہ سے میرے دل سے جو آہ نکلتی ہے فقط اسی میں گم ہوں میرا مقصود اور میری خواہش وتمنا تو بس یہ خدمت خلق ہی ہے یہی میرا کام یہی میری ذمہ داری اور یہی میرا فریضہ ہے۔

آپ کے ایک بہت ہی مخلص ،آپ کے عاشق اور فدائی صحابی جنہیں الہام الٰہی نے مسلمانوں کا لیڈر قرار دیا یعنی حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ جب کاربنکل کے نتیجہ میں سخت بیمار ہوئے تو حضرت اقدسؑ بے چین ہوگئے دن رات مولوی صاحبؓ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعاؤں میں صرف کردیئے ایک روز فرمایا ''میں نے بہت دعا کی ہے اس قدر دعا کی ہے اگر تقدیر مبرم نہیں تو انشاء اللہ بہت مفید ہوگی۔''

پھر فرمایا:۔

''میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ کبھی اس قسم کا اضطراب اور فکر میں نے اپنی اولاد کے لئے بھی نہیں کیا۔''

ایک روز فرمایا کہ ''میں نے ہر چند چاہا کہ دوچار منٹ کے لئے ہی سوجاؤں مگر میں نہیں جانتا کہ نیند کہاں چلی گئی۔''بعض خدام نے عرض کیا حضور اس وقت جاکر آرام کرلیں تو فرمایا۔

''اپنے اختیار میں تو نہیں ۔ میں کیونکر آرام کرسکتا ہوں جبکہ میرے دروازہ پر ہائے ہائے کی آواز آتی ہے میں تو اس قلق اور کرب کو جو مولوی صاحب کو ہے دیکھ بھی نہیں سکتا ۔''

حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی صاحبؓ کی بیماری میں ان کے لئے ہمہ وقت دعاؤں کے ساتھ ساتھ ان کے علاج معالجہ اور خوراک و غذا کا بہترین انتظام فرمایا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور دو دیگر ڈاکٹرز ہمہ وقت موجود رہتے اور بوقتِ ضرورت دیگر ڈاکٹرز بیرون قادیان سے بھی مشورہ کے لئے بلائے جاتے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اپنے ایک مضمون میں جو الحکم 10 فروری 1906ء میں شائع ہوا بیان کرتے ہیں ۔

''حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے اس عزیز بیمار کی تیمارداری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا مولوی صاحبؓ جس چیز کے کھانے کی خواہش ظاہر کرتے حضرت اقدسؑ فوراً آدمی بھیج کر لاہور یا امرتسر سے منگوادیتے یا اگر یہ خاکسار یا خلیفہ صاحب یا مولوی نورالدین صاحبؓ کسی دوائی یا خاص غذا کے لئے عرض کرتے یا حضرت اقدسؑ ان کے لئے کوئی چیز تجویز کرتے تو فوراً امرتسر یا لاہور سے منگوالیتے۔''

''حضرت اقدسؑ نے مولوی صاحبؓ کے علاج میں کثرت سے روپیہ خرچ کیا اور کوئی ایسی چیز باقی نہ رہ گئی تھی کہ جس کی نسبت خیال بھی ہوسکے کہ مولوی صاحبؓ کے علاج کے لئے مفید ہوگی اور ان کے لئے بہم نہ پہنچائی گئی ہو اور مولوی صاحبؓ کی یہ کیسی خوش قسمتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہرایک سامان بہم پہنچایا اور ان کے لئے جو کوشش کی گئی کسی راجہ یا نواب کے نصیب ہو تو ہو ورنہ عام امراء کے لئے بھی اس قدر کوشش ہونی محالات سے ہے اور یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود کی برکت سے تھا ورنہ مجھے خوب یاد ہے کہ ان کے والد صاحب فرماتے تھے ''اگر ہم اپنی تمام جائداد بھی نیلام کردیتے اور چاہتے کہ ہمارے بیٹے کا اس قدر ڈاکٹر اور حکیم علاج کرتے رہیں تو بالکل ناممکن تھا بلکہ اتنے لمبے عرصہ کے لئے ایک دفعہ دن میں بھی کسی لائق ڈاکٹر کو دکھانا مشکل تھا۔'' (ملخص صفحہ 192تا200)

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک اور مخلص صحابی حضرت مفتی فضل الرحمانؓ 1897ء میں ٹائیفائیڈ سے سخت بیمار ہوگئے حضرت اقدسؑ ہر روز انہیں دیکھنے ان کے گھر تشریف لے جاتے خود بھی علاج فرماتے اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو بھی تاکید فرمائی ایک روز مفتی صاحبؓ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی حضرت مولوی صاحبؓ دیکھنے کے لئے تشریف لائے دیکھ کر وہاں موجود مولوی قطب الدین صاحبؓ سے فرمایاکہ '' آج حالت نازک ہے امید نہیں کہ صبح تک جانبر ہو۔'' حضرت مفتی صاحبؓ کی خوش دامن نے بھی یہ الفاظ سن لئے وہ پریشانی کے عالم میں حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوگئیں اور مفتی صاحبؓ کی حالت بیان کی۔آپؑ نے فرمایا میں ایک ضروری مضمون لکھ رہا ہوں آپ مولوی صاحبؓ کے پاس جا کر میری طرف سے تاکید کریں انہوں نے عرض کیا کہ مولوی صاحبؓ تو حالت نازک کا فرما گئے ہیں۔ اس پر فرمایا ''ہیں؟'' میں نے تو ابھی اس سے بہت کام لینا ہے۔''مضمون کو وہیں چھوڑ دیا اور دیکھنے تشریف لے گئے دیکھ کر فرمایا ''بہت اچھامیں چل کر دعا کرتا ہوں۔'' رات بارہ بجے کے قریب حضرت مفتی صاحبؓ کو لگاتار تین مرتبہ اجابت ہوئی اور آپؓ کی آنکھیں کھل گئیں اور طبیعت سنبھل گئی۔ جب فجر کی نماز کے لئے حضرت اقدسؑ تشریف لائے تو مولوی عبدالکریم صاحبؓ سے فرمایا کہ بارہ بجے کے قریب میرے دل میں ڈالا گیا کہ اب آرام ہوگیا ہے چنانچہ آپؑ نے ایک دوست کو بھیجا کہ معلوم کرکے آئے کہ آرام کے کیا معنی ہیں جب وہ واپس آئے اور بتایا کہ اب طبیعت بہتر ہے تو اس کے بعد نماز فجر ادا کی۔

(سیرت مسیح موعودؑ از یعقوب علی عرفانیؓ)

حضرت منشی ظفر احمدؓ بیان کرتے ہیں کہ

''ایک دن مسجد اقصیٰ میں آپ(حضرت مسیح موعودؑ۔ناقل) تقریر فرمارہے تھے کہ میرے دردِ گردہ شروع ہوگیا اور باوجود بہت برداشت کرنے کی کوشش کے میں برداشت نہ کرسکا اور چلا آیا میں اس کوٹھے پر جس میں پیر سراج الحقؓ مرحوم رہتے تھے ٹھہرا ہوا تھا حضرت صاحبؑ نے تقریر میں سے ہی حضرت مولوی نورالدینؓ کو بھیجا انہوں نے درد گردہ معلوم کرکے دوا بھیجی مگر اس کا کچھ اثر نہ ہوا تکلیف بڑھتی گئی پھر حضورؑ جلدی تقریر ختم کرکے میرے پاس آگئے اور مولوی عبداللہ سنوریؓ سے جو ساتھ تھے فرمایا کہ آپ پرانے دوست ہیں منشی صاحب کے پاس ہروقت رہیں اور حضورؑ پھر گھر سے دوالے کرآئے اور اس طرح تین دفعہ یکے بعد دیگرے دوا بدل کر خود لائے تیسری دفعہ جب تشریف لائے تو فرمایا کہ زینے پر چڑھنے اترنے میں دقت ہے ۔آپ میرے پاس ہی آجائیں۔ آپ تشریف لے گئے اور مولوی عبداللہ صاحب سنوریؓ مجھے سہارا دے کر حضرت صاحبؑ کے پاس لے گئے راستہ میں دودفعہ میں نے دعا مانگی مولوی صاحبؓ پہچان گئے اور کہنے لگے کہ تم یہ دعا مانگتے ہوگے کہ مجھے جلدی آرام نہ ہو تاکہ دیر تک حضرت صاحبؑ کے پاس ٹھہرا رہوں۔میں نے کہا ہاں یہی بات ہے جب میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ کھانا کھارہے تھے دال ، مولیاں ،سرکہ اس قسم کی چیزیں تھیں جب آپؑ کھانا کھاچکے تو آپؑ کے سامنے کا کھانا ہم دونوں نے اٹھالیا اور باوجودیکہ مجھے مسہل آور دوائیں دی ہوئی تھیں اور ابھی کوئی اسہال نہیں آیا تھا میں نے وہ چیزیں روٹی سے کھالیں اور حضورؑ نے منع نہیں فرمایا۔ چند منٹ کے بعد درد کو آرام آگیا کچھ دیر بعد ظہر کی اذان ہوگئی۔ہم دونوں مسجد میں آپؑ کے ساتھ نماز پڑھنے آگئے فرضوں کا سلام پھیر کر حضورؑ نے میری نبض دیکھ کر فرمایا آپ کو تو اب بالکل آرام آگیا میرا بخار بھی اتر گیا تھا ۔میں نے کہا حضور بخار اندر ہے اس پر ہنس کر فرمانے لگے اچھا آپ اندر ہی آجائیے ۔عصر کے وقت تک میں اندر رہا بعد عصر میں نے خود ساتھ جانے کی جرأت نہ کی ۔میں بالکل تندرست ہوچکاتھا۔''

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 167)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

''ہر ایک اپنے لئے کوشش کرتا ہے مگر انبیاء علیہم السلام دوسروں کے لئے کوشش کرتے ہیں لوگ سوتے ہیں اور وہ ان کے لئے جاگتے ہیں اور لوگ ہنستے ہیں اور وہ ان کے لئے روتے ہیں اور دنیا کی رہائی کے لئے ہر ایک مصیبت کو بخوشی اپنے پر وارد کرلیتے ہیں۔'' (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 117-118)

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ، آپؑ کی سیرت کا ایک ایک حرف اور آپؑ کے وجود کا ایک ایک ذرہ بانگ دہل اعلان کررہا ہے کہ انبیاءؑ کا یہ وصف بڑے کمال کے ساتھ آپؑ میں موجود تھا اور ہمدردی بنی نوع انسان کا ایک بے کنار سمندر آپؑ کے سینہ میں موجزن تھا ۔کوئی ضرورت مند دن کو آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو یا عین نصف شب کی تاریکی میں،کسی کی حاجت روائی کا معاملہ حالت سفر میں آپؑ کے سامنے پیش ہوایا وقتِ قیام کسی کی عقدہ کشائی کا موقعہ ملا ،آپؑ کے نہایت شفیق دل نے اس وقت تک چین نہ لیا جب تک دعا اور تدبیر کے ساتھ اس کی حاجت براری کا سامان نہ ہوگیا۔

شیخ یوسف علی نعمانی ضلع حصار کے رہنے والے اور ریاست جیند میں ملازم تھے۔حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ کی تبلیغ سے احمدیت قبول کرنے کی توفیق پائی اور حضرت اقدسؑ کے عاشق و فدائی بن گئے ۔وہ بیمار ہو کر قادیان آگئے تاکہ حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں حاصل ہوں اور تا حضرت مولوی نورالدینؓ سے علاج کا موقع میّسر آجائے۔ حضرت پیر صاحبؓ نے مہمان خانہ میں ان کی رہائش کا انتظام کردیا۔ اگلے روز بوقت صبح پیر صاحبؓ نے حضرت اقدسؑ سے عرض کیا کہ یوسف علی سخت بیمار ہو کر آئے ہیں اور چل پھر نہیں سکتے فرمایا اللہ تعالیٰ رحم کرے کہاں ٹھہرایا ہے ؟ عرض کیا گیا مہمان خانہ میں فرمایا ٹھہرو ہم بھی ان سے ملنے کے لئے چلتے ہیں وہ بیمار ہیں، عیادت بھی ہوجائے گی چنانچہ آپؑ عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ سلام دعا اور احوال پوچھنے کے بعد پیر صاحب کو ہدایت فرمائی ''ہمارے پاس کے مکان میں لے جاؤ تاکہ ہم انہیں ہرروز دیکھتے رہیں یہ جگہ دور ہے۔''اور فرمایا ''کھانے کے واسطے اطلاع دیتے رہو جیسا کھانا چاہیں وہ تیار ہوجایاکرے اور کسی چیز کی تکلیف نہ ہو۔''تعمیلِ ارشاد ہوئی اور پھر ہرروز باقاعدگی کے ساتھ یہ ماموزمانہ اور بارگاہ الٰہی کی طرف سے مقرر کردہ یہ شہنشاہ اپنے مرید کی عیادت کو جاتا رہا ۔

پیر صاحبؓ بیان کرتے ہیں۔

''ایک روز بارہ بجے رات کے مرحوم کا اتفاقاً تنگ حال ہوگیا اور قضاء وقدر کے ماتحت موت کے آثار ہو کر جان کندن شروع ہوگئی........ میں مرحوم کے پاس گیا دیکھا تو حالت غیر ہے اور جان کندن شروع ہے ......میں سیدھا حضرت اقدس علیہ السلام کے مکان پر گیا۔اب ساڑھے بارہ بجے ہیں ادھر مریض کا تنگ حال ادھر دروازے بند اور سب سوتے ہیں۔ میں ادھر حصہ مکان کی طرف گیا جس طرف حضرت اقدس علیہ السلام سویاکرتے یا لکھا کرتے ہیں میں نے ایک آواز بڑے زور سے گھبراہٹ میں دی تو پہلے جو بولے تو حضرت بولے کہ صاحبزادہ صاحب ہیں ؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں حضور سراج الحق ہے فرمایا اس وقت کیسے آئے ؟سراج نے عرض کیا کہ یوسف علی کی حالت غیر ہے اور قریب الموت ہے اور جان کندن شروع ہے تمام جسم سرد ہے اور نبض غیر منظم کوئی صورت اچھی نہیں زندگی سے قطعی مایوسی ہے فرمایا شام تک تو ہم نے خبر منگائی اچھے تھے اندر آؤ اور اندر ایک خادمہ سے فرمایا کہ جلدی دروازہ کھول دو ثواب ہوگا..... جب میں حسب الحکم اندر مکان میں گیا حضرت اقدسؑ نے تمام کیفیت دریافت فرمائی اور دو تین دوائیاں قیمتی جلدی جلدی لاکر اور ایک گلاس میں ڈال کر عنایت فرمائیں جس میں عنبر اشہب خالص بھی تھا اور فرمایا کہ جلدی جاؤ اور پلاؤ۔اللہ تعالیٰ شفاءدے اور جلد ہمیں اطلاع دینا اِدھر ہم دعا کرتے ہیں.....میں دوا حضرت سے لے کر چلا یوسف مرحوم کو اس حالت نزع میں پلائی اور پلاتے ہی اس مرحوم نے آنکھیں کھول دیں اور

کچھ ہوش و حواس درست ہوئے تو میں نے سارا قصہ سنایا۔مرحوم بہت خوش ہوا پھر میں اپنے مکان پر چلاگیا صبح کو قبل از نماز صبح حضرت اقدس علیہ السلام نے مجھ کو مکان پر بلوایا اور فرمایا یوسف علی کا کیا حال ہے صاحبزادہ صاحب تم نے ہمیں اطلاع نہ دی۔پیر صاحب نے عرض کیا حضور اطلاع کیا دیتا ادھر آپؑ نے دوادی اور ادھر دعا شروع کی دوا کا پلانا تھا اور شفاء کا ہونا تھا ۔اب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے پوری تندرستی عود کر آئی ۔ فرمایا ۔''صاحبزادہ صاحب جب وہ دوا لے کر تم روانہ ہوئے تو ہم کو نیند نہ آئی دعاؤں میں لگ گئے اور تمہارا خیال رہا کہ اب خبر لاتے ہوگے اور ہمارے کان آدمیوں کی طرف لگے رہے کہ کون خبر لاتا ہے۔''

(تذکرۃ المہدی از سراج الحق نعمانیؓ صفحہ 91 تا 96)

حضرت مفتی فضل الرحمٰنؓ کی اہلیہ بچی کی پیدائش پر مرض کزاز(tetnus) سے بیمار ہوئیں ان دنوں بہت سے عورتیں اس مرض میں مبتلا ہو کر اگلے جہان سدھار گئی تھیں۔ مفتی صاحبؓ نے نماز مغرب کے بعد حاضر ہو کر حضورؑ سے عرض کیا کہ ان کی اہلیہ کی گردن میں درد اور کھنچاؤ ہے تو فرمایا یہ تو کزاز کا ابتدا ہے مولوی صاحب کو بتلاؤ۔عرض کیا گیا کہ مولوی صاحبؓ نے دوا حب شفا تجویز کی ہے یہ سن کر حضورؑ خود مفتی صاحبؓ کے گھر تشریف لے گئے ۔مریضہ کو دیکھا اور فرمایا'' دس رتی ہینگ دے دواور ایک گھنٹہ کے بعد اطلاع دو ۔''مفتی صاحبؓ نے حسب ِارشاد جاکر اطلاع دی اور عرض کیا کہ کچھ افاقہ نہیں ہوا تو فرمایا ''دس رتی کونین دیدو اور ایک گھنٹہ بعد اطلاع دو۔'' مفتی صاحبؓ نے پھر آکر عرض کیا کہ کوئی افاقہ نہیں ہوا تو فرمایا'' دس رتی مشک دے دو ۔''چونکہ یہ ایک بہت قیمت دوا تھی اس لئے یہ مشک اپنے پاس سے دیا اور فرمایا ''ایک گھنٹہ بعد اطلاع دیں۔'' ایک گھنٹہ کے بعد پھر عرض کیا گیا کہ مرض بڑھ رہا ہے تو ارشاد فرمایا'' دس تولہ کسٹرآئل دے دو۔'' کیسٹرائل دینے کے بعد مریضہ کو سخت قے ہوئی سانس اکھڑ گئی اور حالت نازک ہوگئی ۔مفتی صاحبؓ بھاگے ہوئے گئے۔ حضرت اقدسؑ نے پاؤں کی آہٹ سنتے ہی دروازہ کھول دیا مفتی صاحبؓ نے حالت بیان کی تو فرمایا'' دنیا کے اسباب کے جتنے ہتھیار تھے وہ ہم چلاچکے ہیں اس وقت کیا وقت ہے۔''عرض کیا گیا بارہ بج چکے ہیں بڑی شان اور توکل علی اللہ کرتے ہوئے فرمایا ''تم جاؤ میرے پاس صرف ایک دعا کا ہتھیار باقی ہے میں اس وقت سر اٹھاؤں گا جب وہ اچھی ہوجاوے گی۔''عرفانی صاحبؓ لکھتے ہیں'' چنانچہ مفتی صاحبؓ کا ایمان دیکھو کہ گھر میں آکر الگ کمرہ میں چارپائی ڈال کر سورہے کہ وہ جانے اور اس کا خدا ۔مجھے اب کیا فکر ہے ۔مفتی صاحبؓ کہتے ہیں کہ جب صبح میری آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برتنوں کو درست کررہی ہے میں نے پوچھا کیا حال ہے کہا کہ کوئی دو گھنٹہ کے بعد آرام ہو گیا تھا ۔'' (سیرت مسیح موعودؑ صفحہ 204)

اللہ اللہ کیا عشق ہے خدا کی مخلوق کے ساتھ ،کیا شفقت ہے بنی نوع انسان پر کیا جذبات ہیں ہمدردی و غمخواری کے خدا کے بندوں کے لئے کہ ضرورتمند آتے ہیں اپنی حاجت بیان کرتے ہیں اور خدا کا مسیح ان کے لئے ہر ممکن دنیاوی اسباب کو اختیار کرکے خدا کے حضور سجدہ میں گرجاتا ہے حاجت مندوں کی حاجت پوری ہوجاتی ہے تکلیف میں مبتلا درد سے نجات پالیتے ہیں ملول دلوں کا غم راحت میں بدل جاتا ہے۔اور وہ تکلیف دور ہوتے ہی آرام سے سوجاتے ہیں لیکن ان کا شفیق روحانی باپ ان کے لئے بے چین اور بیقرار ہو کر ان کے لئے دعا کرتا رہتا ہے جب تک کہ ان کے آرام کی اسے خبر نہیں مل جاتی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی ہمدردی اور شفقت صرف اپنوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ یہ تو فیوض کا وہ سیل رواں تھا کہ جو بھی اس کی راہ میں آیا بلا تفریق مذہب وملت اور بلا امتیاز امیروغریب اس کی برکتوں سے سیراب و فیض یاب ہوا ۔

قادیان کے ایک آریہ لالہ شرمپت تھے جو ایک مدت سے حضرتؑ کے پاس آیا کرتے تھے اور جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ اسلام کی حقانیت کے کئی نشان ملاحظہ کئے تھے لیکن برا ہو تعصب اور عناد کا کہ جب بھی گواہی کاوقت آیا اسلام سے عناد اور دشمنی کی وجہ سے انہوں نے شہادت سے پہلوتہی کی۔ وہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گئے پیٹ پر ایک پھوڑا نکل آیا جس نے نہایت تکلیف دہ صورت اختیار کرلی حضرت مسیح موعودؑ کو معلوم ہوا تو آپؑ چند دوستوں کے ہمراہ ان کے مکان پر جو نہایت تنگ و تاریک تھا ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے لالہ جی سخت گھبرائے ہوئے تھے اور انہیں اپنی موت کا یقین ہوچکا تھا حضرت صاحبؑ نے انہیں بہت تسلی دی اور فرمایا ''گھبراؤ نہیں میں ڈاکٹر عبداللہ کو مقرر کردیتا ہوں ۔وہ اچھی طرح آپ کا علاج کریں گے دوسرے روز حضرت اقدسؑ پھران کے گھر تشریف لے گئے اور اپنے ساتھ ڈاکٹر صاحب موصوف کو بھی لے گئے اور انہیں خاص طور پر لالہ صاحب کے علاج پر مامور کردیا اور علاج کے اخراجات کا بوجھ بھی ان پر نہیں پڑنے دیا۔آپؑ روزانہ بلاناغہ ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر تشریف لے جاتے، بہت تسلی دیتے اور فرماتے فکر نہ کرو میں دعا کرتا ہوں تم اچھے ہوجاؤ گے روزانہ عیادت کے لئے ان کے گھر جانے کا یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا اور جب زخم مندمل ہونے لگا اور حالت کافی بہتر ہوگئی تب آپ وقفہ سے جانے لگے تاہم یہ سلسلہ عیادت اس وقت تک جاری رہا جب تک لالہ صاحب مکمل صحت یاب نہیں ہوگئے ۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 169۔170)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

'' بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا یہ مذہب ہے کہ جبتک دشمن کے لئے دعا نہ کی جاوے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا ہے.....بلکہ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے لئے دعا کرنا یہ بھی سنت نبوی ہے .....شکر کی بات ہے کہ ہمیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا جس کے واسطے دوتین مرتبہ دعانہ کی ہو ایک بھی ایسا نہیں۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 68)

جن دنوں میں ہندوستان بالخصوص پنجاب میں طاعون اپنے زوروں پر تھی اور آپؑ کے مخالفوں پر موت کے سامان لے کر اتر رہی تھی خدا کا یہ بندہ اور اس کی مخلوق کا اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ ہمدرد وجود رات کی تاریکیوں میں ان کی عافیت کے لئے دعائیں کرتا ہوا خدا کے حضور سربسجود رہتا ۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے ایک رات جب حضرت اقدسؑ کو اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں کرتے سنا تو وہ بیان کرتے ہیں کہ

''اس دعا میں آپ کی آواز میں اس قدر درد اور سوزش تھی کہ سننے والے کا پتہ پانی ہوتا تھا اور آپ اس طرح آستانہء الہی پر گریہ وزاری کررہے تھے کہ جیسے کوئی عورت درد زہ سے بے قرار ہو۔میں نے غور سے سنا تو آپؑ مخلوق خدا کے واسطے طاعون کے عذاب سے نجات کے لئے دعا فرمارہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ الہی ! اگر یہ لوگ طاعون کے عذاب سے ہلاک ہوگئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا ''

(بحوالہ سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد ایم اےؓ صفحہ 51)

مرزا نظام الدین حضرت اقدسؑ کے چچازاد بھائی تھے مگر آپؑ کے اور سلسلہ کے شدید معاند تھے۔ایذارسانی کا سلسلہ بھی ان کی طرف سے ہمیشہ جاری رہتا وہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوگئے۔ حضورؑ کو علم ہوا تو فوراً ان کی تیمارداری کے لئے تشریف لے گئے اور ان کے لئے مناسب علاج تجویز فرمایا۔''(سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت 511)

حضرت مولوی یعقوب علی عرفانیؓ بیان کرتے ہیں کہ

''حضرت مسیح موعودؑ کے خادموں میں ایک شخص پیرا پہاڑیا تھا جو ضلع کانگڑہ کا باشندہ تھا ۔وہ آپؑ کی بعثت اور ماموریت سے پہلے قادیان میں آیا اور حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بحیثیت ایک خادم کے رہنے لگا۔اس کی حالت ایک نیم وحشی کی سی تھی وہ ہر ایک قسم کے آداب اور انسانیت کے معمولی لوازم سے بھی ناواقف تھا.....بیمار ہوگیا اور اسے طاعون ہوا اس کو حسب دستور segregation camp میں پہنچا دیا گیا ۔ حضرت اقدسؑ نے خان صاحب اکبر خانؓ کو خصوصیت سے اس کی تیمارداری اور ضروری انتظام متعلق علاج کے لئے مقرر کیا۔ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں ڈاکٹر قاضی محبوب عالمؓ جے پور سے نہایت اعلیٰ درجہ کا عرق کیوڑہ بھیجا کرتے تھے....یہ عرق نہایت قیمتی ہوتا تھا آپؑ نے اس کی بوتلیں خان صاحب کے سپرد کیں اور چند ہدایات دیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ اس کی گلٹی پر جونکیں لگوادیں اس کے علاج میں کسی خرچ کا مضائقہ نہ کیا جاوے بار بار اس کی خیریت کی خبر دریافت کرتے تھے ۔ خان صاحب نے جونکوں والے کو تلاش کیا مگر وہ جونکیں مہیا نہ کرسکا ۔اس طرح پر اس حکم کی تعمیل نہ ہوئی ۔ خان صاحب نے خیال کیا کہ دوسرے وقت میں انتظام ہوجائے گا مگر نہ ہوا، غفلت ہوگئی ۔ پیرا کی موت مقدر تھی اور تقدیر مبرم تھی وہ فوت ہوگیا ۔ حضرت کو جب یہ معلوم ہوا کہ خان صاحبؓ جونکیں نہیں لگواسکے اور قادیان سے باہر سے جونکیں منگوانے میں انہوں نے غفلت کی ہے تو آپؑ بہت ناراض ہوئے۔ آپؑ کا چہرہ سرخ ہوگیا کہ اگر یہاں سے نہ ملی تھیں تو کیوں نہ بٹالہ یا کسی دوسری جگہ سے منگوا لی گئیں خواہ کچھ بھی خرچ ہوجاتا۔''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 180۔181)

حضرت اقدس علیہ السلام اگرچہ کسی کی بیماری کی خبر سن کر بنفس نفیس اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے لیکن چونکہ آپ علیہ السلام کو نہایت ہی رقیق قلب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا اور وہ دل محبت اور احساس کے لئے اتنارقیق تھا کہ آپؑ اپنے مخلص احباب کی تکلیف کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ سکتے تھے۔ اور ان کی تکلیف کا منظر آپؑ کے لئے سراسر ناقابل برداشت ہوتا تھا اس لئے بعض اوقات عیادت کے لئے خود نہ جاسکتے تو مختلف ذرائع سے عیادت کرلیتے مثلاً رشتہ داروں ،عزیزوں،اطباء اور ڈاکٹرز کے ذریعہ حال احوال معلوم کرتے رہتے مریض کو تسلی و تشفی کے پیغام بھیجتے رہتے اور خود اس مریض کے لئے خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے رہتے اور اس مریض کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعاؤں کا ذخیرہ جمع کرتے رہتے چنانچہ جب آپؑ کے ایک بہت ہی مخلص مرید نوجوان مرزا ایوب بیگ بیمار ہوئے اور اسی بیماری میں ان کا انتقال ہوگیا ۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اس نوجوان سے اس کے اخلاص ووفا کی وجہ سے بہت محبت تھی تو انہوں نے دوران بیماری '' فاضلکا '' کے مقام سے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں ایک خط لکھا اور اسی مضمون کا پھر تار بھی بھجوایا کہ ان کا دل بہت چاہتا ہے کہ وہ حضورؑ کی زیارت کریں ۔حضور مجھے فاضلکا میں آکر مل جائیں ان دنوں خود حضورؑ سردرد اور موسمی بخار کی وجہ سے شدید بیمار تھے آپؑ نے انہیں جواباً جو خط بھجوایا وہ حضور کی اس رقت قلبی کا بہترین عکاس ہے آپؑ نے تحریر فرمایا:۔''میں تو سخت بیماری میں بھی آنے سے فرق نہ کرتا لیکن میں تکلیف کی حالت میں ایسے عزیز کو دیکھ نہیں سکتا ۔ میرادل جلد صدمہ قبول کرتا ہے یہی چاہتا ہوں کہ تندرستی اور صحت میں دیکھوں .....مجھے پاس اور نزدیک سمجھیں ۔نہ دور ۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں اس درد کو بیان کروں....اس علالت کے وقت جو تار مجھ کو ملی میں ایسا سراسیمہ ہوں کہ قلم ہاتھ سے چلی جاتی ہے .... میری حالت تحریر کے لائق نہ تھی لیکن تار کے درد انگیز اثر نے مجھے اس وقت اٹھا کر بٹھادیا ہے۔'' (سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 187)

یہی حال آپؑ کا مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ کی آخری بیماری کے وقت تھا کہ باوجودیکہ آپؑ نے مولوی صاحبؓ کے علاج معالجہ کا بہترین انتظام کردیا تھا ان کی خوراک وغذا کا خیال خود رکھتے تھے لمحہ لمحہ کی خبر منگواتے اور مسلسل گریہ وزاری اور خدا کے حضور دعائیں کرتے تھے یہاںتک کہ کئی کئی راتیں اس طرح دعاؤں میں گزار دیں کہ ایک منٹ کے لئے بھی آپؑ سو نہ سکے لیکن رقت قلب کا یہ حال تھا کہ آپؑ کو خود جاکر مولوی صاحبؓ کو دیکھنے کا حوصلہ نہ تھا۔چنانچہ مولوی عبدالکریمؓ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں۔

'' جب مولوی عبد الکریم صاحب بیمار ہوئے اور ان کی تکلیف بڑھ گئی تو بعض اوقات شدت تکلیف کے وقت نیم غشی کی سی حالت میں وہ کہا کرتے تھے کہ سواری کا انتظام کرو میں حضرت صاحبؑ سے ملنے کے لئے جاؤں گا ۔ گویا وہ سمجھتے تھے کہ میں کہیں باہر ہوں اور حضرت صاحبؑ قادیان میں ہیں اور بعض اوقات کہتے تھے اور ساتھ ہی زاروقطار روپڑتے تھے کہ دیکھو میں نے اتنے عرصہ سے حضرتؑ کا چہرہ نہیں دیکھا۔ تم مجھے حضرت صاحبؑ کے پاس کیوں نہیں لے جاتے ابھی سواری منگواؤ اور مجھے لے چلو ایک دن جب ہوش تھی کہنے لگے جاؤ حضرت صاحبؑ سے کہوکہ میں مرچلا ہوں۔ مجھے صرف دور سے کھڑے ہوکر زیارت کراجائیں اور بڑے روئے اور اصرار کے ساتھ کہا کہ ابھی جاؤ میں نیچے حضرت صاحبؑ کے پاس آئی کہ مولوی صاحبؓ اس طرح کہتے ہیں حضرت صاحبؑ فرمانے لگے کہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کیا میرادل مولوی صاحب کو ملنے کو نہیں چاہتا ؟ مگر بات یہ ہے کہ میں ان کی تکلیف کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا حضرت ام المومنینؓ نے کہا کہ جب وہ اتنی خواہش رکھتے ہیں تو آپ کھڑے کھڑے ہو آئیں۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ ''اچھا میں جاتا ہوں مگر تم دیکھ لینا کہ ان کی تکلیف کو دیکھ کر مجھے دورہ ہوجائے گا ۔''خیر حضرت صاحبؑ نے پگڑی منگا کر سر پر رکھی اور ادھر جانے لگے میں جلدی سے سیڑھیاں چڑھ کر آگے چلی گئی تاکہ مولوی صاحبؓ کو اطلاع دوں کہ حضرت صاحبؑ تشریف لاتے ہیں ۔جب میں نے مولوی صاحبؓ کو جاکر اطلاع دی تو انہوں نے الٹا مجھے ملامت کی کہ تم نے حضرت صاحبؑ کو کیوں تکلیف دی ؟ کیا میں نہیں جانتا کہ وہ کیوں تشریف نہیں لاتے ؟ میں نے کہا آپ نے خود تو کہا تھا ۔ انہوں نے کہا وہ تو میں نے دل کا دکھڑا رویا تھا تم فوراً جاؤ اور حضرت صاحبؑ سے عرض کرو کہ تکلیف نہ فرمائیں ۔ میں بھاگ گئی تو حضرت صاحبؑ سیڑھیوں کے نیچے کھڑے اوپرآنے کی تیاری کررہے تھے ۔ میں نے عرض کردیا کہ حضور آپ تکلیف نہ فرمائیں۔'' (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 404)

آپؑ فرماتے ہیں۔

''حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ کہے گا کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا میں پیاسا تھا اور تونے مجھے پانی نہ دیا میں بیمار تھا تم نے میری عیادت نہ کی جن لوگوں سے یہ سوال ہوگا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب تو کب بھوکا تھا جو ہم نے کھانا نہ دیا تو کب پیاسا تھا جوپانی نہ دیا اور تو کب بیمار تھا جو تیری عیادت نہ کی پھر خداتعالیٰ فرمائے گا میرا فلاں بندہ جو ہے وہ ان باتوں کا محتاج تھا مگر تم نے اس کی کوئی ہمدردی نہیں کی اس کی ہمدردی میری ہی ہمدردی تھی ایسا ہی ایک اور جماعت کو کہے گا کہ شاباش تم نے میری ہمدردی کی میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا وغیرہ وہ جماعت عرض کرے گی کہ اے ہمارے خدا ہم نے کب تیرے ساتھ ایسا کیا تب اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ میرے فلاں بندہ کے ساتھ جو تم نے ہمدردی کی وہ میری ہی ہمدردی تھی۔دراصل خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرنا بہت ہی بڑی بات ہے اور خداتعالیٰ اس کو بہت پسند کرتا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ وہ اس سے اپنی ہمدردی ظاہر کرتا ہے عام طور پر دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کا خادم کسی اس کے دوست کے پاس جاوے اور وہ شخص اس کی خبر بھی نہ لے تو کیا وہ آقا جس کاکہ وہ خادم ہے اس اپنے دوست سے خوش ہوگا ؟ کبھی نہیں ۔حالانکہ اس کو تو کوئی تکلیف اس نے نہیں دی ۔مگر نہیں اس نوکر کی خدمت اور اس کے ساتھ حسن سلوک گویا مالک کے ساتھ حسن سلوک ہے ۔خداتعالیٰ کو بھی اس طرح پر اس بات کی چڑ ہے کہ کوئی اس کی مخلوق سے سرد مہری برتے کیونکہ اس کو اپنی مخلوق بہت پیاری ہے ۔پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے وہ گویا اپنے خدا کو راضی کرتا ہے'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 215-216)

مبارکہ شاہین۔جرمنی

دفاتر تحریک جدید

تحریک جدید کا آغاز 1934ء میں ہوا ۔ جب جماعت کے خلاف ایک فتنہ اٹھا ۔ احرار نے بڑا شور مچایا ۔ مخالفت کا ایک طوفان تھا کہ احمدیت کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔ ... اس وقت حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کو تحریک کی کہ ایک فنڈ مہیا کریں ۔کچھ چندہ اکٹھا کریں تاکہ احمدیت کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا جا سکے ۔ فرمایا کہ 3سال میں کم از کم 27ہزار روپیہ جمع کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیاری جماعت نے تین سال میں 27ہزار کی بجائے پہلے سال ہی ایک لاکھ روپیہ پیش کر دیا ۔ آپؓ نے شروع میں فرمایا تھا کہ یہ تحریک 10 سال کےلئے ہو گی ۔ پھر جب دس سال ختم ہوگئے تو آپؓ نے اس کو مزید بڑھا دیا اور پھر اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق یہ مستقل تحریک بن گئی۔

تحریک جدید کا پہلا دور10 سال کا تھا ۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جب اسے شروع کیا تو اس وقت آپؓ نے اس دور کو دفتر کہا۔ 1934ءمیں جب اسے شروع کیا تو وہ10 سال کے لئے تھا، وہ دفتر اوّل کہلاتا تھا ۔ اس میں 5 ہزار مجاہدین شامل تھے ۔جن کے نام ایک کتاب میں چھپے ہوئے ہیں ۔

جب حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک جدید کو10 سال سے زائد کر دیا تو اس کو دوسرے دفتر کو دفتر دوئم کا نا م دیا گیا ۔ آپؓ کے ایک ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ ہر دور ، ہر دفتر 19سال کا ہو گا ۔ لیکن دفتر دوئم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی لمبی بیماری کی وجہ سے بند نہ ہوا۔اور اس وقت 1964ء میں دفتر سوئم جاری ہونا چاہیے تھا۔ 1966ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے نئے آنے والوں کے لئے دفتر سوئم کا اجراء فرمایا اور فرمایا کیونکہ یہ حضرت مصلح موعودؓ کے دور میں شروع ہونا چاہیے تھا اس لئے میں اس کو یکم نومبر 1965ء سے شروع کرتا ہوں تو اس طرح سے یہ دفتر حضرت مصلح موعودؓ کے دورِ خلافت سے منسوب ہو جائے گا ۔کیونکہ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات 9نومبر 1965ء کو ہوئی تھی ۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا چونکہ اعلان میں کر رہا ہوں اس لئے اس کا ثواب مجھے بھی مل جائے گا ۔ تو بہرحال اس دفتر سوئم کا اعلان خلافتِ ثالثہ میں ہوا تھا۔

پھر دفتر چہارم کا آغاز 19سال بعد 1985ء میں خلافت رابعہ سے ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اظہار کیا تھا کہ تحریک جدید دفتر اول کے جو شروع کی قربانی کرنے والے ہیں ان کے کھاتوں کو تاقیامت زندہ رکھا جائے ۔ ان کی اولادیں یہ کام اپنے ذمہ لیں۔آپؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جن بزرگوں کے کھاتے کوئی زندہ نہیں کرتا۔ ان کے حساب میں کوئی چندہ نہیں دیتا۔ فرمایا تھا کہ پانچ روپے کے حساب سے ایک ہزار کی میں ذمہ واری اُٹھاتا ہوں ۔ اگر ان کی اولادیں ان کے نام کے ساتھ چندہ نہیں دے سکتیں ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اور اس طرح کے لوگ آگے آئیں اور ذمہ واری اُٹھائیں ۔ اور اپنے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد میری اولاد امید کرتا ہوں اس کا م کو جاری رکھے گی۔

دفتر چہارم کے 19سال پورے ہونے پر 5نومبر2004ء کو پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیزنے دفتر پنجم کا آغاز فرمایا اور فرمایا کہ آئندہ سے جتنے بھی نئے مجاہدین تحریک جدید کی مالی قربانی میں شامل ہوں گے۔ وہ دفتر پنجم میں شامل ہوں گے نئے احمدی ہونے والوں کا شمار بھی آپ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصر ہ العزیز نے فرمایا کہ دفتر پنجم میں ہو گا۔

دفتر اوّل کے کھاتوں کے بارہ میں پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایااسی حساب سے جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا تھا کہ کھاتے ٹوکن کے طور پر زندہ رکھنے چاہیے۔ ان لوگوں کی ادائیگی میں اپنے ذمے لیتا ہوں ۔ انشاء اللہ میں ادا کروں گا۔ اور جب تک زندگی ہے اللہ تعالیٰ توفیق دے ادا کرتا ہوں گا۔ اس کے بعد اللہ میری اولاد کو توفیق دے ۔ لیکن یہ لوگ جن کی قربانیوں کے پھل ہم کھا رہے ہیں۔ ان کے نام بہرحال زندہ رہنے چاہئیں ۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی اولادوں کو توفیق دے۔

دفتر پنجم کا آغاز بھی پیا رے آقا نے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں فرمایا تھا ۔ اللہ تعالیٰ اس میں بے انتہا برکت ڈالے ۔ ابھی بھی ہم رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ سے گزر رہے ہیں ۔ اپنے اپنے دفا تر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور دعوت الی اللہ کے اس جہاد میں شامل ہوں۔ او ر جن کے آباو اجداد کو یہ اعزاز ملا کہ وہ دفتر اوّل کے پنج ہزاری مجاہدین میں شامل تھے ۔ وہ بھی کوشش کریں کہ یہ اعزاز قائم رکھیں اور اپنے بزرگوں کے کھاتے زندہ رکھیں اور خدا تعالیٰ کے ازلی فضلوں کے وارث بنیں ۔ آمین

(ماخوذ از خطبہ جمعہ 5نومبر 2004ء)

****

ہمیشہ رہنے والی جنت اور نادار مریضان

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت پر مطلع کروں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے نجات دی گی؟

تم (جو) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو، یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

وہ تمہارے گناہ بخش دے گااور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں اور ایسے پاکیزہ گھروں میں بھی جو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہیں ۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (الصف: 11تا13)

قابل رشک انسان

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ۔

''قابل رشک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور پھر اس کے بر محل خرچ کرنے کی غیرمعمولی توفیق اور ہمت بخشی '' (بخاری)

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ۔ ایسے بیج کی طرح ہے جو سات بالیں اگاتا ہے ۔ ہربالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے بہت بڑھا کر دیتا ہے اور اللہ وسعت عطا کرنے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔(البقرہ: 262)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

فرخ شاد

ڈاکٹر (ہومیو) حمید احمد شہید

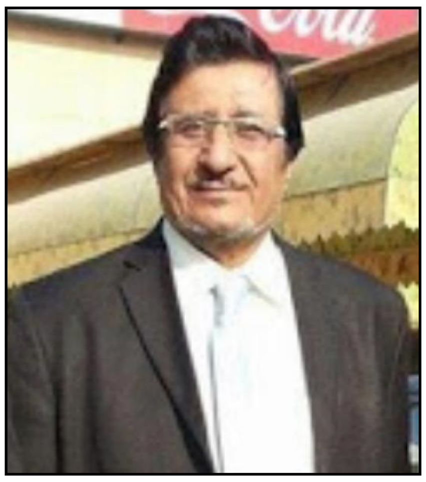

حمید احمد شہید خاکسار کے پھوپھی زاد تھے۔ گو میرے سے ایک سال بڑے تھے مگر ایک سال بڑے ہونے کی وجہ سے دوستی اور مذاق کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ لیکن جب میں مربی بن گیا بالخصوص جب حضور نے نائب ناظر مقرر فرمایا تو پھر ہمیشہ ادب سے پیش آئے۔ واقفینِ زندگی، مربیان کی عزت کرتے، مرکزی نمائندگان جو دورہ پر اٹک جاتے ان سے احترام سے پیش آتے۔ ایک مربی صاحب نے بتایا کہ شہادت سے چندروز قبل میں دورہ پر تھا۔ دعوت الی اللہ کا پروگرام تھا۔ آپ نے کھانے کا انتظام کیا اور مجھے کہا کہ یہ سالن میں نے خود تیار کیا ہے۔ خاکسار نے بھی 5 سال قبل جب اٹک کا دورہ کیا تھا تو بہت پیار سے پیش آئے اور مجھے اصرار کرکے اپنے اہلخانہ سے ملوانے اور ان کے لئے دعا کروانے کے لئے اپنے گھر لے گئے۔

مجھے کئی بار واہ کینٹ جلسوں میں بطور مرکزی نمائندہ شمولیت کی توفیق ملتی رہی ہے۔ میں ان کو اکثر فیملی کے ساتھ وہاں موجود پاتا۔ میں نے کئی دفعہ کہا کہ آپ کا تو یہ حلقہ نہیں ۔ بڑی ہمت کر کے آپ اٹک سے آتے ہیں تو جواب دیتے کہ چونکہ جلسوں پر پابندی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع میسر کیا ہے، اللہ اور رسول کی باتیں سننے کے لئے یہاں آ گئے ہیں۔

مرحوم فعّال اور پُر جوش داعی الی اللہ تھے۔ آپ نے اپنی ملازمت میں فیکٹری میں ہی 9 پھل حاصل کئے ۔ جس کی وجہ سے مخالفت ہوئی اور آپ کو فیکٹری کی ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑا مگر آپ نے دعوت الی اللہ نہ چھوڑی۔ بلکہ اس میدان میں آگے بڑھتے گئے ۔شہادت سے ایک روز قبل جمعہ کی مناسبت سے 2 میسج بھیجے تو انہوں نے ایک میسج forward کیا تو میں نے دوسرے کی بھی درخواست کی تو فوراً کر کے لکھا ’’حسبِ ارشاد دوسرا بھی بھجوادیا ہے۔‘‘

خاکسار نے حالات کے پیش نظر دو تین دفعہ ربوہ منتقل ہونے کی درخواست کی تو یہی جواب دیتے کہ ربوہ جا کر فارغ ہو جاؤں گا ۔ دعوت الی اللہ کا موقع نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے شہادت کے مقام کی خاطر اٹک میں ہی رکھا۔ ہمارے خاندان کے پہلے شہید ہیں۔ جس سے ہمارا مقام بھی بلند ہوا ہے۔

خاندان میں میل ملاقات رکھتے تھے۔ جب کسی شہر بالخصوص ربوہ آتے تو ضرور افراد خاندان کے گھروں میں مل کر جاتے ۔ خاندان کی شادیوں میں خصوصی طور پر پہنچتے اور اگر کوئی روک ہوتی تو وہاں یا اس کے ارد گرد اگر بچے مقیم ہیں تو ان کو ہدایت کرتے کہ آپ میری نمائندگی میں شادی میں شامل ہوں۔

ذرا سخت طبیعت کے تھے اور کسی کی غلط بات برداشت نہ کرتے اور ٹوکتے اور اصلاح کرتے۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ ان کے اندر شہادت سے قبل چند مہینوں سے نمایاں تبدیلی تھی ۔ طبیعت میں بھی نرمی تھی اور نظموں کے ذریعہ لقائے باری تعالیٰ کا اظہار کرتے رہے ۔

آپ شاعر بھی تھے۔ آپ کی کچھ نظمیں تو خاکسار نے آپ کی زندگی میں پڑھیں لیکن ان کی وفات کے بعد نیٹ کے ذریعہ نظموں کا ایک خزانہ ہے، جو ملا ہے۔ جس میں خلافت سے عقیدت، خلیفہ سے پیار ، خلیفہ کی اطاعت اور خطبات کے سننے جیسے اہم امور نمایاں طور پر چھلکتے ہیں ۔ اور شہادت اور خدا تعالیٰ سے ملنے کا ذکر بھی ہے۔ جیسے شہادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

کسی مومن کی جب شہادت ہوتی ہے
اک دائمی زندگی کی ولادت ہوتی ہے
کبھی ملتی نہیں عام لوگوں کو وہ
شہید کو نصیب جو سعادت ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ سے ملاپ کے حوالے سے لکھا۔

ازل سے ابد تجھی کو جانا
تیرے سوا کسی کو نہ مانا
اور کہیں آؤں نہ آؤں میں
تیرے پاس ہے مجھ کو آنا
اور کہیں سے ملے نہ ملے
تجھ سے ہے سب کچھ پانا
اور کسی سے کہوں نہ کہوں
ہر بات تجھی سے ہے کہنا

حضور انور کی تحریک روزہ کے حوالے سے لکھا۔

رکھیں گے روزہ ہم سب جمعرات کا
عہد جو کیا ہے خلافت کی اطاعت کا

جنازہ کے ساتھ آنے والے اکثر لوگوں نے بتایا کہ خدمتِ دین کرنے والا ہم سے روٹھ گیا ہے۔ مکرم امیر صاحب اٹک نے تعزیت کرتے ہوئے اپنے خیالات کا یوں اظہار فرمایا کہ ’’خدمت گزار، مسجد کی رونق، جماعت کا وفادار اور خلیفۃ المسیح اور اپنے سے بالا افسران کی مکمل اطاعت کا مجسّمہ تھے۔ آپ کی موجودگی میں مجھے کام کا بوجھ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ خدمتِ دین میں بشاشت محسوس کرتے تھے اور کچھ مہینوں سے آپ میں نمایاں تبدیلی تھی۔ یوں لگ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شہادت کے لئے تیار کر رہا تھا۔‘‘

شہید مرحوم کی اہلیہ محترمہ کا انتقال 4 سال قبل ہوا تھا۔ آپ کے لواحقین میں 3 بیٹیاں اور 2 بیٹے ہیں ۔ جو سب الحمدللہ کینیڈا آباد ہیں۔

نیا چاند

نئے اس چاند کی دیکھو دیا ہر چھب نرالی ہے
نئی ہر شب جلالی تو نیا ہر دن جمالی ہے
لبوں پر حمد اور ہر اک صحیفہ دل میں رکھ کر ہی
درود و عشق کی محفل عقیدت سے سجا لی ہے
چلا آتا ہے بھر کے جھولیاں وہ اپنی رحمت کی
عفو و در گزر بخشش بھی اس رمضاں کی ڈالی ہے
ہر اک سجدے کے ماتھے پر لکھو حرف دعا لوگو
مناجاتوں کی بستی میں لگائی میں نے تھالی ہے
سنو تسکین کے جھرنے ہماری روح میں اُتریں گے
طہارت اور عبادت کی حرارت گر اُجالی ہے
دعا کو مستجابی کی کوئی خوشبو عطا کر دے
مرے مولا وسیلہ کر مری ہر سانس خالی ہے
منا لو رب کو اپنے تین عشروں میں سلیقے سے
’’کوئی ساعت گنہگاروں کی بخشش ہونے والی ہے‘‘

سعدیہ مبارکہ۔ فجی

سحر وافطار

20 مئی 2020ء		وقت سحر	وقت افطار
مکہ مکرمہ		04:18	18:54
مدینہ منورہ	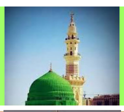	04:10	19:00
قادیان	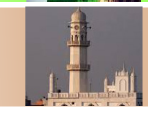	03:53	19:21
ربوہ		03:34	07:04
اسلام آباد ٹلفورڈ	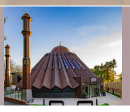	01:47	20:54